کتاب وسنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار
ماہنامہ
اشرف الجرائد
حیدرآباد
Volume:15 Issue:11 November 2022
مدیر
مولانا محمد عبدالقوی
ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد
www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

در تیری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے

از: مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ (سورۃ الزمر)

ترجمہ: کہہ دو کہ: ''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

توضیح: اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ارحم الرحمین ہے، اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم قرار دیا ہے **کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ**، اس کی رحمت کائنات کے ہر ذرے کو وسیع ہے **ربکم ذو رحمۃ واسعۃ**، اس کی رحمت ارض وسما کی ہر شئے کو محیط ہے **ورحمتی وسعت کل شیئ**، احادیث قدسیہ بھی اسی رحمت باری تعالیٰ کو بیان کرتی ہیں **ان رحمتی تغلب غضبی** میری رحمت میرے غضب پر غالب رہتی ہے، **سبقت رحمتی غضبی** میری رحمت میرے غصے پر مقدم رہتی ہے، اسی وفور، عموم رحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے **وربك الغفور ذو الرحمۃ**، خدا تعالیٰ کی رحمت ومغفرت، عفو ودرگزر ایک بحر بے کنار کی طرح ہے اس کا دامن عفو ہر فاسق وفاجر کے لیے کشادہ ہے بلکہ مغفرت کے لیے تو اس کی بخشش بہانے تلاش کرتی ہے کہ کسی طرح بندے کو اپنی آغوش رحمت میں لے کر گناہوں سے پاک صاف کر دے، اس کی پروانۂ مغفرت گناہ کا کوئی معیار نہیں دیکھتی ہے نہ مدت گناہ، نہ زمانۂ شباب نہ پیرانہ سالی، بس بہانہ چاہیے معافی کے لیے۔

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے، صاحبِ قبر کا حال منکشف ہوا کہ وہ مبتلاء عذاب ہے، کسی کام سے جا رہے تھے آگے بڑھ گئے، واپسی پر اسی قبر کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اس کی قبر پر کھڑے ہیں، اس کی قبر نور سے منور ہے، اس تعجب خیز معاملے سے بڑے حیران ہوئے

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس

فوراً نماز پڑھی اور حق تعالیٰ سے اس صورتِ حال کی تبدیلی کے معاملے میں دعا مانگی تو وحی کے ذریعے سے آپ کو بتلایا گیا کہ میرا یہ بندہ بڑا عاصی و باغی تھا اسی وجہ سے اس کو عذاب دیا جا رہا تھا لیکن جس وقت وہ مرا تھا تو اپنے پیچھے اپنی حاملہ بیوی کو چھوڑ آیا تھا اس کے گھر ولادت ہوئی وہ بچہ چلنے، پھرنے، بولنے پر قادر ہوا تو آج اس کی بسم اللہ خوانی کرائی گئی، تیرے رب کو حیا آئی کہ روئے زمین پر اس کا بچہ اللہ کا نام لیتا رہے اور زمین کے نیچے اس کے باپ کو عذاب ملتا رہے، لہٰذا میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا بلکہ نامِ خدا کی برکت سے اس کی قبر کو نور سے منور کر دیا ـــــ یہ مقام غور ہے کہ جس باپ کا اپنے بچے کی دینی تربیت اور بسم اللہ خوانی کے اہتمام میں ذرا بھی واسطہ نہ ہو، محض اولاد ہونے کی وجہ سے باری تعالیٰ اس کی مغفرت کے فیصلے فرما دیں، یہ "سبقت رحمتی غضبی" نہیں تو اور کیا ہے! اسی کو ایک محاورے میں یوں کہا گیا "رحمت حق بہانہ می جوید" کہ حق تعالیٰ کی رحمت مغفرت وبخشش کے لیے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔

حق تعالیٰ کی مغفرت کا معاملہ تو یہ ہے کہ عمر بھر کے پاپی چشم زدن میں معاف کر دیے جاتے ہیں، کبھی کبھار عمر بھر کا عابد محروم القسمت بن جاتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کے پہاڑ ہوتے ہیں مگر کوئی چھوٹی سی نیکی مغفرت کا سبب بن جاتی ہے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ عالم برزخ میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگے فنیت الحقائق و الاشارات و نفدت الرموز و العبارات و ما نفعنا الا رکیعات فی جوف اللیل مطلب یہ ہے کہ سارے علوم وحقائق ہَوا ہو گئے، کچھ کام نہ آئے اگر کوئی چیز کام آئی ہے تو وہ رات کے وقت کی دو رکعتیں ہیں، جس کے توسط سے خدا کے لاکھوں بندے خدا کو پائے ہوں، اور جس کا ورع وتقویٰ کمال کا ہو جس کی ذات ہی بزرگی وتقویٰ میں مثال بن گئی ہو اگر کوئی چیز اس کے کام آ رہی ہے وہ صرف تہجد کی دو رکعتیں ہیں۔

قرآنی آیات، احادیث، واقعات اس جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ حق تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز ہرگز مایوس نا امید نہیں ہونا چاہیے، عمر بھر کی بے راہ رویاں نافرمانیاں دھلنے کے لیے بس احساس ندامت، آنسو کے گرم قطرہ، ترک معصیت کے محتاج ہیں، اس کی شان غفاری یہ ہے نہ صرف وہ گناہوں کو معاف فرماتا ہے بلکہ نامۂ عمل سے بھی محو فرما دیتا ہے، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کی بخشش کے سلسلے میں یقین دلایا ہے "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، لا تیئسوا من روح اللہ" کہ ہماری رحمت سے مایوس مت ہونا اگر کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ آ جائے کہ میرے کچھ گناہ ایسے ہیں جو نا قابل معافی ہیں تو اس وسوسے کو بھی باری تعالیٰ نے صاف فرما دیا اور ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعاً ...... (بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

از: حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مدظلہ

عَنْ عَبدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُولَ اللہ! أَيُّ الذَّنْبِ أَکبر عِنْدَاللہِ؟ قال: "أَنْ تَدْعُو لِلّٰہِ نِدّاً وَھُوَ خلقَكَ قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ "أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "أَنْ تَزْنِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَانْزَلَ اللہُ تَصْدِيْقَھَا، وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دو حالاں کہ تم کو پیدا اللہ نے کیا ہے، پھر اس شخص نے دریافت کیا، اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی، پھر اس شخص نے معلوم کیا کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو‘ اللہ تعالیٰ نے اسی مسئلہ کی تصدیق کے لئے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی: والذین لا یدعون الخ۔

تشریح: اس حدیث پاک میں کبائر کو بیان کیا گیا ہے۔

قال رجل یارسول اللہ! بعض روایات میں اس کی جگہ ”قلت“ وارد ہوا ہے (یعنی سائل خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں)۔

ای الذنب اکبر؟ ذنب کے اصل معنی ہیں: پیچھے لگنا، جانور کی دم کو بھی ذنب کہا جاتا ہے کیوں کہ دُم بھی پیچھے ہوتی ہے، گناہ کا نتیجہ آدمی کے پیچھے لگ جاتا ہے اس لئے اس کو ”ذنب“ کہا جاتا ہے۔

* استاذ حدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

گناہ کی اقسام اور احکام

ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ گناہ چار قسم کے ہیں: (۱) وہ گناہ جو طاعات سے معاف ہو جاتے ہیں جیسے صغائر، چنانچہ ارشاد باری ہے: ان الحسنات یذھبن السیئات یعنی نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (۲) وہ گناہ جو طاعت سے معاف نہیں ہوتے ان کے معاف ہونے کے لئے توبہ ضروری ہے۔ جیسے کفر و شرک (۳) وہ گناہ کہ طاعات سے ان کا معاف ہونا یقینی نہیں البتہ توبہ سے یقیناً معاف ہو جاتے ہیں جیسے حقوق اللہ (۴) وہ گناہ جو نہ طاعات سے معاف ہوتے ہیں اور نہ توبہ سے، وہ حقوق العباد کی قبیل کے گناہ ہیں ان میں حق کو ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

شرک اکبر الکبائر:

یہاں حدیث میں مطلق کبیرہ کے متعلق سوال نہیں، بلکہ اکبر لکبائر کے بارے میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تو اللہ کے لئے کسی کو ذات وصفات میں مثل قرار دے، یہ ''اکبر الکبائر'' ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے اور بغاوت دنیا میں بھی سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔ ندا بمعنی مثل، ایسا شخص جو دوسرے کے برابر ہو ذات وصفات میں۔ کوئی یہ پوچھ سکتا ہے کہ ''ایسا مماثل جو اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات وصفات میں برابر ہو، کوئی نہیں ہے، پھر اس کے لئے ند قرار دینے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ند کا لفظ بولا گیا ہے مشرکین کے عقیدہ اور نظریہ کے اعتبار سے کہ وہ اللہ کے لئے مثل ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے، ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ شانہ کا کوئی مثل نہیں ہے'' لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ '' کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔

وھو خلقک یہ جملہ حال ہے اور ترجمہ ہے'' حالاں کہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے،'' اس میں شرک کی انتہائی مذمت ہے کہ پیدا تو اللہ نے کیا، نعمتیں وہی دیتا ہے اور تم عبادت میں اس کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتے ہو، یہ نمک حرامی ہوئی اور اللہ کے ساتھ بغاوت ہوئی۔

قال ثم ای؟ پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے۔ یعنی فقر و فاقہ کے خوف سے قتل کرنا، اس میں قتل نفس کے ساتھ قطع رحمی بھی ہے اور عقیدہ کی خرابی بھی ہے کہ اللہ کے رزاق ہونے پر بھروسہ نہیں ہے، گویا اپنے آپ کو رزاق سمجھا، الغرض شرک کے بعد یہ اکبر الکبائر ہے کیوں کہ اس میں کئی مفاسد ہیں (۱) قتلِ نفس (۲) قطع رحم (۳) اعتقاد کی خرابی۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ گناہ بڑا عام تھا، لوگ فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے جس سے قرآن نے منع کیا: وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ----- (بقیہ صفحہ: ۴۲ پر)

تجاویز منظور کردہ اجلاس مجلس عمومی

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

منعقدہ: ۳ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ م ۳۰/اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز اتوار، بہ مقام: جامع رشید دارالعلوم دیوبند

تجویز (۱): مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کی عمدگی پر توجہ دینے کی ضرورت

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس تمام ہی مدارس کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کو بہتر بنانا حد درجہ ضروری ہے اور اس سلسلے میں سنجیدہ عملی اقدامات کرنا نہ صرف وقت کا تقاضا ہے بلکہ مدارس کی بقاء کے لئے ناگزیر ہے، اگر خدانخواستہ نظام تعلیم و تربیت میں انحطاط کا سلسلہ جاری رہا تو مدارس اپنا اعتبار باقی نہیں رکھ پائیں گے اور یہ مدرسوں کا ہی نہیں پوری ملت کا نقصان ہوگا۔

نظام تعلیم وتربیت کی عمدگی کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ کچھ سخت تربیتی قوانین نافذ کردیئے جائیں اوران پر عمل درآمد کرایا جائے، بلکہ اس کے لیے دنیا کے ماحول میں آنے والی تبدیلیوں، انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے آنے والی خرابیوں اور بچوں کی نفسیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔

اس کے لیے چند امور پر توجہ بہت ضروری ہے:

(۱) طلبہ کے قیام وطعام کا حتی الامکان بہتر انتظام کیا جائے، جس سے ان کی صحت اور نفسیات پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں۔

(۲) دارالاقامہ کو محفوظ بنانے کے ساتھ نگرانی کا نظام فعال و مستحکم کیا جائے، اور دارالاقامہ کے طلبہ کے

باہر جانے کے اوقات متعین کیے جائیں، مقامی بچوں یا غیر اقامتی مدرسوں کے طلبہ کو بھی آزاد نہ رکھا جائے بلکہ ان کے سرپرستوں کے تعاون سے مناسب نگرانی کا نظام بنایا جائے۔

(۳) نگرانی اور تربیت کے نظام میں حکمت کو ملحوظ رکھا جائے سخت تادیب کے روایتی طریقے کو خیر باد کہہ دیا جائے اور ذہن سازی پر توجہ دی جائے۔

(۴) تعلیم کی عمدگی کے لئے، اعلی استعداد کے حامل اساتذہ کا تقرر کیا جائے اور اساتذہ کی معاشی فراغت کو بھی اہمیت دی جائے تاکہ وہ یکسوئی اور امنگ کے ساتھ خدمت انجام دیں۔

(۵) مدرسین کی تدریسی تربیت اور تدریب کا انتظام کیا جائے اور اس کے لیے ہر علاقے کے مرکزی مدارس میں تربیتی کیمپ منعقد کیے جائیں۔

(۶) نحو وصرف کی تعلیم اور تمرین عربی پر خاص توجہ دی جائے، ابتدائی سالوں میں استعداد سازی پر بھرپور محنت کی جائے اور سال سوم تک پابندی سے ماہانہ امتحان کا نظم قائم کیا جائے۔

(۷) جن مدارس میں دارالعلوم دیوبند کا مکمل نصاب جاری نہیں ہوسکا ہے وہاں یہ نصاب جاری کیا جائے اور تعلیمی سال کے متعین اوقات میں اعتدال کے ساتھ مقررہ نصاب کی تکمیل کو لازم قرار دے کر اس پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

(۸) تکرار ومطالعہ کی نگرانی باقاعدہ نظام کے تحت ہو اور تمام امتحانات (داخلہ، درمیانی اور سالانہ) کے نظام میں باقاعدگی اور سنجیدگی عمل میں لائی جائے۔ امتحان کے نتائج کا اعلان اور اچھے نمبرات پر حوصلہ افزائی کا اہتمام کیا جائے۔

(۹) مدرسہ کے ماحول میں نمازوں کی پابندی پوری ذمہ داری سے کرائی جائے اور طلبہ کو صفات حمیدہ سے آراستہ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائی جائے اور خارج اوقات میں ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے۔

تجویز (۲): مدارس اسلامیہ کو درپیش مسائل کا جائزہ اور ان کا حل

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس، موقر ذمہ داران مدارس کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موجودہ دور میں مدارس کو درپیش مسائل کا گہرائی سے جائزہ لے کر ان کے حل کے لئے سنجیدہ کوششیں عمل میں لانا نہایت ضروری ہے، ان مسائل کے پیدا ہونے میں بلاشبہ ہماری کوتاہیوں کے ساتھ ساتھ، بین الاقوامی اور ملکی حالات اور مخالف طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا بڑا دخل ہے۔ پہلے تو

مسلمانوں اوران کے علماء و مدارس کو دہشت گردی سے جوڑ کر بدنام کیا گیا اور پھر سرے سے اسلامی تعلیمات کو امن مخالف قرار دے دیا گیا، اور چوں کہ مدارس، اسلامی تعلیمات کے علم بردار ہیں اس لئے ان کو امن و اخوت کا مخالف ثابت کرنے کی ناروا کوششیں ہوئیں ملکی سطح پر بھی اسی پروپیگنڈے کے بطن سے پیدا ہونے والی ذہنیت نے کام کیا اور اس کے نتیجے میں مدارس کے لئے متعدد داخلی و خارجی مشکلات و مسائل کھڑے ہوئے۔

ان حالات میں جہاں غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے مسلسل اور منظم کام کی ضرورت ہے وہیں اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا منصفانہ جائزہ لے کر ان کا تدارک بھی حد درجہ ضروری ہے۔اس کے لئے چند امور قابل توجہ ہیں:

(۱) تحریر و تقریر اور سوشل میڈیا کے جائز ذرائع سے مدد لے کر اسلام اور مسلمانوں اور مدارس اسلامیہ کے خلاف جاری منفی مہم اور پروپیگنڈے کا توڑ کرنا اور مدارس کے امن و انصاف پر مبنی کردار کو اجاگر کرنا۔

(۲) تمام قانونی کمزوریوں کو دور کرنے پر توجہ دینا، خواہ ان کا تعلق زمین جائداد کے معاملات سے ہو یا دیگر انتظامی امور سے۔

(۳) مدارس میں شورائی نظام نافذ کرنا اور روزمرہ کے کاموں میں بھی مشاورت کے عمل کو زندہ کرنا۔

(۴) حتی الامکان عملہ اور طلبہ کو شرعی و انتظامی حدود کے تحت مطمئن رکھنا اور غیر مطمئن عناصر کو دوسروں کا آلہ کار بننے سے ممکنہ حد تک بچانا۔

(۵) کوئی بھی اہم فیصلہ کرتے ہوئے تمام شرعی و قانونی پہلوؤں پر نظر رکھنا اور اس مقصد کے لئے مفتیان کرام اور قانونی ماہرین کی مشاورت کا باضابطہ انتظام کرنا۔

(۶) خود اپنی ملت کے جو عناصر مدارس سے دوری یا بدگمانی کا شکار ہیں ان کی خیر خواہی کے لئے کام کرنا اور ان کی بدگمانی دور کرنا۔

(۷) اپنے سابق طلبہ یا فضلاء کو اپنے سے مربوط رکھنا اور ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا، ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی صورتیں پیدا کرنا اور ان کے معاملات و مسائل میں ان کی مدد کرنا۔

تجویز (۳): رابطہ مدارس کی افادیت اور صوبائی شاخوں کی فعالیت

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس، اپنے شرکاء و ارکان گرامی کو اس بات پر متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ

رابطہ مدارس کے نظام کو پہلے سے زیادہ مفید وفعال بنانا وقت کی ضرورت بھی ہے اور مدارس اسلامیہ کے دل کی آواز بھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں کسی نہ کسی درجے میں ہم بھی ذمہ دار ہیں، رابطہ کی فعالیت کے لیے ضروری ہے کہ رابطہ کی تجاویز پر عمل کیا جائے، اور یہ ذمہ داری ہر رکن پر عائد ہوتی ہے، آپ اگر شروع سے اب تک رابطہ کی مجالس میں منظور ہونے والی تجاویز اور رابطہ کے مرکزی دفتر کی جانب سے جاری ہونے والے مشوروں پر سنجیدگی سے نظر ڈالیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ ان میں ضرورت کی تمام باتیں موجود ہیں جن پر عمل کیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ مدارس کا نظام زیادہ مستحکم اور مفید ہو جاتا اور ان سے اچھے افراد کی تیاری میں اضافہ ہو جاتا؛ بلکہ مدارس کو پیش آنے والے بعض مسائل سے بھی چھٹکارا مل جاتا، مگر یہ افسوس ناک حقیقت ہے کہ اب تک نصف سے زائد تجاویز کو اکثر مدارس نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا ہے، یہ تسلیم ہے کہ بعض تجاویز پر عمل نہ ہونے میں کچھ مجبوریاں آڑے آتی ہوں گی لیکن زیادہ تر دخل توجہ نہ ہونے کا رہا ہے، اس لیے تمام مدارس سے یہ اجلاس اپیل کرتا ہے کہ:

(۱) تمام رکن مدارس اور صوبائی وعلاقائی شاخیں رابطہ کے مرکزی دفتر سے جاری ہونے والی تمام تجاویز اور مشوروں پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کی کوشش کریں۔

(۲) رکن مدارس اپنے صوبے کی شاخ اور اس کے ذمہ داروں سے رابطہ رکھیں اور صوبائی نظم کے تحت جاری اجتماعی امتحان میں اپنے طلبہ کو شریک کریں، اس سلسلے میں عموماً صوبائی ذمہ داران کو رکن مدارس سے عدمِ تعاون کی شکایت ہے، اس پر توجہ دی جائے، امید ہے کہ اس سے معیارِ تعلیم بہتر بنانے میں مدد ملے گی، اب تک جن صوبوں میں اجتماعی امتحان کا نظم شروع نہیں ہوسکا ہے، وہ بھی توجہ فرمائیں اور صوبائی مجلس عاملہ سے مشورہ کرکے اپنے صوبے یا زون میں رابطے کے تحت اجتماعی امتحان کا نظم قائم کرنے کی سعی فرمائیں۔

(۳) صوبائی ذمہ داران، تمام معیار پورا کرنے والے مدارس کو ممبر بنانے کی کوشش کریں اور تصدیق وغیرہ میں مدارس کے ساتھ بلاامتیاز تعاون کا طریقہ اپنائیں۔

(۴) رابطہ مدارس اسلامیہ کے منظور کردہ نظام تعلیم وتربیت اور ضابطہ اخلاق کو باقاعدہ نافذ کریں۔

(۵) ضرورت کے مواقع پر مدارس قائم کرنا، رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے مقاصد میں شامل ہے، اس لیے ہر علاقہ میں ضرورت کا جائزہ لے کر مدارس کے قیام کی مساعی جاری رکھیں لیکن اس بات پر بھی توجہ مرکوز رکھیں کہ اس معاملہ میں علاقہ کی ضرورت ہی کو معیار بنایا جائے، دیگر محرکات کی بناء پر مدارس قائم کرنے سے احتیاط برتی جائے۔

تجویز (۴): فرق باطلہ کا تعاقب

مدارس اسلامیہ کے قیام کا ایک اہم مقصد دین برحق کی اشاعت اور عقائد باطلہ اور فکری انحرافات سے امت کو محفوظ رکھنا ہے؛ چناں چہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے فیض یافتگان نے روزِ اول سے ترجیحی طور پر اس ذمہ داری کو انجام دینے کی کوششیں کی ہیں، اور آج بھی کر رہے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند میں فتنہ قادیانیت کے منظم تعاقب کے لئے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا نظام قائم ہے، جس کی شاخیں ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نیز فرق باطلہ کی تردید کے لئے تکمیلات کے طلبہ کے لئے ہفتہ واری محاضرات کا نظام بھی بخوبی چل رہا ہے۔

لیکن باخبر حضرات واقف ہیں کہ آنے والے ہر دن نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، خاص طور پر گذشتہ کئی سالوں سے ملک کے مختلف حصوں میں شکیلیت کا فتنہ سر اٹھا رہا ہے، اور اس سے ناواقف عوام؛ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ نوجوان زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔

اسی طرح پسماندہ علاقوں میں ''مرزائی اور قادیانی'' مشنریاں بھی سرگرم ہیں۔

ایسے ماحول میں اس بات کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے کہ فضلاءِ مدارس اسلام کے دفاع کے لئے علمی اور عملی طور پر تیار اور ہوشیار رہیں۔ بریں بنا رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس مربوط مدارس اسلامیہ کو متوجہ کرتا ہے کہ:

الف:- اپنے اساتذہ کو فرق باطلہ سے مقابلے کے لئے تیار کرنے کی فکر کریں، اور اپنے اردگرد جہاں بھی کسی فتنے کا اثر محسوس ہو، وہاں تیار شدہ افراد سے کام لیں۔

ب:- ہر مدرسہ کے کتب خانے میں فرق باطلہ کی تردید سے متعلق منتخب اور اہم کتابیں اور لٹریچر موجود رہنا چاہیے؛ تاکہ بوقت ضرورت ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

ج:- بڑے عربی مدارس میں دارالعلوم کے طرز پر ''محاضرات علمیہ'' کا نظام قائم کریں۔

د: متاثرہ علاقوں میں حسب ضرورت علماء اور ائمہ کے لئے تربیتی کیمپ کا اہتمام کیا جائے۔

ہ:- اسکول اور کالجز میں پڑھنے والے طلبہ میں ''رد قادیانیت وشکیلیت'' کے پروگرام رکھے جائیں، اور انہیں اسلام کے بنیادی عقائد؛ بالخصوص ''عقیدۂ ختم نبوت''، ''ظہور مہدی'' اور ''نزول عیسیٰ علیہ السلام'' سے آگاہ کیا جائے۔

و:۔علاقہ کی مساجد میں کسی بھی نماز کے بعد ''درس قرآن کریم'' کا سلسلہ جاری کیا جائے، جو عوام کی اصلاح وتربیت کے لئے نہایت مؤثر ثابت ہوا ہے۔

ز:۔فرق باطلہ کی زہرناکی سے واقف کرانے کے لئے مقامی آسان زبان میں مختصر لٹریچر شائع کر کے تقسیم کیا جائے۔نیز سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی حتی الامکان غلط فہمیوں کے ازالے کی کوشش کی جائے۔

تجویز (۵): دینی مکاتب کے قیام پر زور

یہ بات کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہے کہ آنے والی نسلوں میں دین کے تحفظ کا مدار دینی تعلیم کی بقا پر ہے اور تاریخ اور موجودہ زمانے کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا کے جن علاقوں میں دینی تعلیم کا نظام جتنا مضبوط ہے، وہاں مسلم معاشرے میں اتنی ہی دین سے وابستگی پائی جاتی ہے، اور جہاں دینی تعلیم سے غفلت ہے وہاں بددینی عام ہے۔

بریں بنا مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کا یہ کل ہند اجلاس مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ اپنے زیر اثر علاقوں میں زیادہ سے زیادہ مکاتب قائم کرنے کی فکر کریں؛ کیوں کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جن ناخواندہ اور پس ماندہ علاقوں میں دینی تعلیم کا نظم نہیں ہے، وہاں جہالت کا فائدہ اٹھا کر باطل فرقے مثلاً: قادیانیت، عیسائیت اور دیگر باطل مذاہب سرگرم ہو جاتے ہیں، اور مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں الجھانے کی کوششیں کرتے ہیں۔

اس لئے مدارس کے ذمہ دار حضرات اپنے اپنے مدرسوں کی شاخوں کے طور پر حسب ضرورت مکاتب قائم کر کے ان میں بنیادی دینی تعلیم کا انتظام فرمائیں۔اور اس کے لئے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کی اس تجویز کو بروئے کار لائیں کہ:

''ہر مدرسہ اپنے سالانہ بجٹ کا دس فیصد حصہ مکاتب کے قیام اور انتظام وانصرام میں صرف کرے، اور اس کی سالانہ رپورٹ سے مرکزی دفتر رابطہ دارالعلوم دیوبند کو مطلع کیا جائے۔''

تجویز (۶): ارتدادی سرگرمیوں کے تعاقب پر زور

یہ بات قابل تشویش ہے کہ پچھلے کچھ دنوں سے دشمنان دین کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور منفی پروپیگنڈے میں شدت آ گئی ہے، کچھ میڈیا چینل تو باقاعدہ نشانہ بنا کر ایسے سیریل چلا رہے ہیں جو سراسر زہرناک ہیں، اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں تلبیسات اور مغالطہ انگیزیوں پر مبنی ہیں، جس سے معاشرے میں نہ صرف یہ کہ سخت انتشار پھیل رہا ہے؛ بلکہ اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ اس

نفرت انگیز مہم سے کہیں بھولے بھالے مسلمان بھی متاثر نہ ہو جائیں۔

اس لئے مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کا یہ اجلاس، مدارس اسلامیہ کو مذکورہ سنگین صورت حال کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے، اور ان سے اپیل کرتا ہے کہ وہ حکمت عملی اور دانائی کے ساتھ اس فتنے کا مقابلہ کریں، اور مسلم معاشرے کو ذہنی اور فکری ارتداد سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے؛ کیوں کہ خدانخواستہ ایمان سے محرومی ایک مسلمان کے لئے دنیا وآخرت کا سب سے بڑا نقصان ہے۔

تجویز (۷): مدارس میں عصری تعلیم کے انتظام سے متعلق تجویز

اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ مدارس اسلامیہ کا نصب العین، علوم اسلامیہ: قرآن وحدیث تفسیر، فقہ، عقائد اور ان کے معاون دیگر علوم وفنون کی تعلیم دینا اور ایسے باصلاحیت علماء تیار کرنا ہے جو علوم نبویہ کی میراث کے سچے وارث وامین ہوں اور اس امانت کو اگلی نسلوں تک پوری ذمہ داری کے ساتھ منتقل کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں، ان اوصاف کے حامل رجال کار کی تیاری کے لیے الحمد للہ مدارس اسلامیہ کا موجودہ نصاب کافی وافی ہے، جس میں حسب ضرورت، مدارس کے مقاصد سے ہم آہنگ تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی آپ پر مخفی نہیں ہے کہ مدارس کے مقصد اصلی کی تکمیل کرنے والے اس نصاب کے ساتھ ہی مبادی کے درجے میں ضروری عصری تعلیم بھی دارالعلوم دیوبند اور مدارس اسلامیہ میں چلی آرہی ہے، جو عام طور پر عربی کے سال اول سے پہلے پوری کرلی جاتی ہے۔

لیکن حکومت ہند کی نئی تعلیمی پالیسی نے اس کو زیادہ باضابطہ بنانے کی ضرورت پیدا کردی ہے، کیوں کہ اس پالیسی کی رو سے ہر بچہ کے لیے ہائی اسکول یا بارہویں پاس کرنا لازمی ہوگیا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مدارس اسلامیہ کے اصل نصاب کو متاثر کیے بغیر ایسی ترتیب بنالی جائے کہ حکومتی ضابطہ کی تکمیل بھی ہو جائے اور طالب علم پر ناقابل تحمل بوجھ بھی نہ پڑ جائے۔

اس مقصد کے لیے دارالعلوم دیوبند کی شوری کا فیصلہ رہنمائی کرتا ہے جس میں طے کیا گیا ہے کہ:

(۱) ملک کے موجودہ حالات میں چوں کہ دسویں جماعت کی سرٹیفکیٹ اور عصری علوم سے واقفیت ایک ضرورت بن گئی ہے جو اشاعت دین میں بھی معین ہے، اس سے مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ اور فضلاء کے لیے اپنے نظام تعلیم وتربیت اور دینی خدمات کو علی حالہ باقی رکھتے ہوئے عصری تعلیم کا مناسب طریقہ اپنائیں۔

(۲) کوشش کی جائے کہ عربی درجات میں آنے سے قبل طالب علم دسویں کے امتحان سے فارغ ہوکر علوم

اسلامیہ عربیہ کی تحصیل کے لیے یکسو ہو جائے اور جس کو مزید عصری تعلیم حاصل کرنی ہو وہ بعد فراغت مقاصد دینیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے مزید تعلیم حاصل کرے۔

(۳) عصری تعلیم کے لیے NIOS اور OBE کا نظام ونصاب نسبتاً سہل اور لچک دار ہے، اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(۴) عربی درجات سے قبل طلبہ (جن کی عمر میں ۱۱ تا ۱۴ر سال کے درمیان ہوں عموماً شعبہ حفظ وناظرہ اور دینیات میں رہتے ہیں، انھیں دسویں کے امتحان کے قابل بنانے کے لیے جز وقتی تعلیم کا انتظام کیا جانا مناسب ہوگا۔

(۵) جو بچے اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں ان کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے صباحی اور مسائی مکاتب کا مضبوط نظام قائم کرنا چاہیے۔

نوٹ: آخری تجویز (۸) گذشتہ سالوں میں راہیٔ آخرت ہونے والے ممتاز ومعروف محدثین، علماء، اور اساتذہ کی تعزیت سے متعلق تھی، جن کی اپنے اپنے علاقوں میں دین کی وقیع خدمات رہی ہیں اور وہ امت کے دین وآخرت کی سلامتی کی تادمِ آخر فکر کرتے رہے ہیں، ان کی رحلت ملتِ اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے، ان کی وفات پر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے اس اجلاس نے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، اور ان کے اسماء گرامی کی فہرست بھی جاری کی، وہ اس ماہنامے میں شامل نہیں کی گئی ہے۔ از مرتب

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دختر اور صاحبزادی ہیں، جو ان کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد مخزومی کی صلب سے تھیں، ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

زینب بنت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی، اس طرح حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھتیجی ہوتی تھیں (اس لئے کہ برہ بنت عبدالمطلب حضرت زینب کی دادی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں)۔

حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ کی ولادت کب ہوئی؟ اس حوالے سے تاریخی روایتوں میں تضاد پایا جاتا ہے، بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حبشہ میں پیدا ہوئی، جہاں سن ۵ ہجری میں ان کے والد محترم حضرت ابوسلمہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم ہو گئے تھے، حضرت ابوسلمہؓ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے کچھ مدت حبشہ میں گذارنے کے بعد مکہ واپس آئے، پھر دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، چنانچہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ۱۲ بعد بعثت میں مدینہ کی جانب ہجرت کی، جب کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۱۳ بعد بعثت ہجرت کی، اس طرح واقعات کے تسلسل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ۱۳ بعد بعثت ہجرت فرمائیں، اس لئے ان کی ولادت حبشہ میں تسلیم کی جاتی ہے تو ہجرت کے وقت ان کی تین چار سال ضرور ہوگی، لیکن جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سن ۴ ہجری میں وفات پائی تو اس وقت ابھی حضرت زینب شیر خوار تھیں، بلکہ علامہ ابن حجرؒ نے اصابہ میں بھی لکھا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے ان کو دودھ پلایا، لیکن عدت گذارنے کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آ گئیں تو ننھی زینب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغوش تربیت میں آ گئیں، ان کا اصل نام ''برہ'' تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

''زینب'' نام رکھا، اس لئے کہ ''برہ'' کے معنی ''نیکوکار'' کے آتے ہیں، جس سے اپنی پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے۔

''وکان اسم زینب برۃ فسماہا رسول اللہ ﷺ زینب'' (الطبقات الکبری لابن سعد: ۸/۳۳۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سن ۳ ہجری میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں، بہرحال زیادہ صحیح روایت یہی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت بعد ہجرت ہوئی، اس لئے کہ جس وقت اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو اس وقت حضرت زینبؓ شیر خوار تھیں، اس بات کی تصدیق اس روایت سے ہوتی ہے جس کو مسند احمد بن حنبل اور طبقات ابن سعد میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت حیاء دار خاتون تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے بعد کچھ عرصہ تک ان کی یہ صورتِ حال رہی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں تشریف لاتے تو وہ فرط حیاء میں اپنی شیر خوار بچی زینب کو گود میں لے کر دودھ پلانے لگ جاتیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ صورتِ حال دیکھ کر واپس ہو جاتے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہوتے تھے، ان کو پتہ چلا تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو عارضی طور پر اپنے گھر لے گئے۔

ننھی زینبؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ننھی زینب سے نہایت لاڈ اور پیار تھا، بے انتہا محبت فرماتے، چوں کہ وہ آپ کی ربیبہ اور آپ کی بھتیجی بھی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرماتے تو ننھی زینب پائے پائے چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آجاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیار سے ان کے منہ پر پانی چھڑکتے، اہل سیر لکھتے ہیں کہ اس پانی کی برکت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چہرے پر بوڑھاپے میں جوانی کی آب وتاب اور رونق قائم تھی۔ ''ولم یزل ماء الشباب فی وجھھا حتی کبرت وعجرت''۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: معقل بن سنان الاشجعی: ۴/۱۸۵۵ دار الجیل، بیروت)

حضرت زینبؓ کا نکاح

حضرت زینبؓ جب سن بلوغ کو پہنچ گئیں تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا نکاح اپنے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی بن قصی سے کروادی، جن سے ان کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: عبد الرحمن، یزید، وہب، ابوسلمہ، کبیر، ابوعبیدۃ، قریبۃ، ام کلثوم، ام سلمہ۔

حضرت زینب کو صدمہ

سن ۶۳ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، اس لئے ان کے دونوں فرزند عبداللہ اور کثیر بن عبداللہ جنہوں نے واقعہ حرہ میں شرکت کی تھی، انہوں نے اس معرکہ کے موقع سے جام شہادت نوش کرلیا تھا، جب ان کی نعشیں حضرت زینب کے سامنے لائی گئیں تو ''انا للہ وإنا إليه راجعون'' پڑھا اور یہ فرمایا کہ مجھ پر بڑی مصیبت آن پڑی، اس لئے کہ میرا ایک بیٹا تو میدان جنگ میں شہید ہوا تو دوسرے کو ظالموں نے گھر میں گھس کر ناحق قتل کردیا، پھر نہایت صبر وضبط کے ساتھ انہوں نے اپنے دونوں جگر پاروں کے کفن ودفن کا انتظام کیا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: معقل بن سنان الاشجعی: ۱۴۳۱/۳، دار الجیل، بیروت، اسد الغابۃ: زینب بنت ابی سلمۃ: ۱۳۲/۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

فضل وکمال

نہایت فضل وکمال کی حامل خاتون تھی، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن شفقت ورحمت میں پرورش پائی تھیں، اس لئے فضل وکمال کے بڑے رتبہ اور درجہ پر فائز ہوئیں، علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ''استیعاب'' میں اور علامہ ابن اثیر نے ''اسد الغابۃ'' میں نقل کیا ہے: ''كانت من أفقه نساء زمانها'' (وہ اپنے زمانے کی نہایت فقیہ ترین خاتون تھیں'' (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: معقل بن سنان الاشجعی: ۱۸۵۵/۴ دار الجیل، بیروت)

ارباب سیر وتاریخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بڑے بڑے ذی علم وفضل لوگ مسائل دریافت کیا کرتے تھے، علامہ ابن حجرؒ نے حضرت ابورافع کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: جب میں نے مدینہ کی کسی فقیہ عورت کا ذکر کیا تو زینب بنت أبی سلمہؓ کو ضرور یاد کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چند ایک احادیث بھی مروی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت زین العابدین اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہا جیسی عظیم شخصیتیں شامل ہیں۔

وفات

اس واقعہ کے دس سال بعد سن ۷۳ ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے داعی اجل کو لبیک کہا، جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی، جنازہ میں فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شریک ہوئے۔

تذ کارِ صحابہؓ

اسلام کے اولین سفیر حضرت مصعب بن عمیرؓ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

اسلام کے اولین سفیر، دین کے مایہ ناز داعی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق زار، حضرت مصعب بن عمیرؓ کا شمار سابقین اولین کے مصداق اُن قدیم الاسلام بدری صحابہ میں ہوتا ہے؛ جنہوں نے اسلام کی خاطر ایک سے زائد مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل کیا، راہ حق میں ہر قسم کی صعوبت ومشقت کو برداشت کیا اور زندگی کی آخری سانس تک دین اسلام کی سربلندی کے لیے وقف رہے۔ مورخین کے مطابق زمانہ جاہلیت میں مکہ کی سرزمین پر آپ سے زیادہ خوش پوش، شیریں طبع، عطر کا دل دادہ اور ناز ونعم کا پروردہ نہیں تھا۔ ظاہری زینت، فراوانی نعمت، جولانی حیات، حسن گفتار اور قوت استدلال نیز علم وادب سے اشتغال جیسے خصائل کی وجہ سے آپ ہی شمع محفل اور رونق انجمن ہوا کرتے، آپ کے ساتھی آپ کی آمد کا انتظار کرتے اور جب آپ مجلس میں بیٹھ جاتے تو سب خاموش ہوکر ہمہ تن متوجہ ہوجاتے، آپ کی باتیں سنتے اور سر دھنتے۔ گفتگو میں کوئی آپ سے آگے نہیں نکل سکتا تھا، آپ اپنی دُھن کے پکے اور پختہ عزم وارادے کے مالک تھے، جب کوئی بات طے کر لیتے تو پھر اس میں تبدیلی کا امکان کم ہی ہوتا۔

سوانحی نقوش:

آپ کا نامِ نامی: مصعب، والد کا نام: عمیر اور والدہ کا نام: ام خناس تھا۔ آپ کا تعلق قریش کے معروف قبیلہ بنوعبدالدار سے تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان العبدری القرشی الکنانی۔

حلیہ: آپؓ کا قد میانہ، چہرہ حسین نرم ونازک اور زلفیں نہایت خوبصورت تھیں، اسلام سے قبل سب سے عمدہ خوش بو استعمال کرتے اور بہترین لباس زیب تن فرماتے۔

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

آپ کا نکاح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی حمنہ بنت جحش سے ہوا جو حضرت زینب بنت جحش کی ہمشیرہ تھیں۔آپ کی اولا دنرینہ نہ ہوئی، حضرت حمنہ بنت جحشؓ سے ایک ہی بیٹی زینب پیدا ہوئیں جو عبداللہ بن عبداللہ سے بیاہی گئیں۔

دامنِ اسلام میں:

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی حضرت مصعب کے کان بھی صدائے توحید سے آشنا ہو چکے تھے، جب آپ تک پیغام حق پہنچا تو آپ کے قلب وجگر میں دین برحق اور نبی برحق کے تئیں غیر معمولی کشش وجاذبیت محسوس ہونے لگی، آپؓ نے وقفے وقفے سے جو باتیں اہلِ مکہ سے سنیں، ان میں یہ بات بھی تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان کوہِ صفا کے اوپر ارقم بن ابی ارقم کے گھر جمع ہوتے ہیں اور ایک اللہ کی عبادت و پرستش کرتے ہیں، وغیرہ حضرت مصعبؓ نے یہ سنا تو انتظار وتردّد کیے بغیر قریش مکہ کی نگاہوں سے بچتے بچاتے شام کو دارِ ارقم جا پہنچے، آپؓ کی تمنائیں اور نگاہیں تو پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھیں۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہم راہ موجود ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کررہے تھے۔حضرت مصعبؓ ابھی جا کر بیٹھے ہی تھے کہ آیاتِ قرآن قلب رسول سے لبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ تاباں ہونی شروع ہوگئیں، یہ آیات کانوں سے ٹکراتیں اور اپنا راستہ بناتی ہوئی دل میں اتر جاتیں ادھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ شفقت وبرکت آگے بڑھایا اور جذبات کی آتش سے بھڑکتے اور دھڑکتے دل کو چھوا تو سکون وراحت کی شعاعیں دل کی گہرائیوں میں اتر گئیں اور فوراً زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہوگیا۔

اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ عثمان بن طلحہؓ نے جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، حضرت مصعبؓ کو کہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور جا کر ان کی ماں اور اہلِ خاندان کو خبر کردی۔بس پھر کیا تھا ماں اور خاندان والوں کی ساری محبت نفرت میں بدل گئی، سارے ناز ونعم ختم ہوگئے اور ''مجرم توحید'' کو قیدِ تنہائی کے مصائب و آلام کے حوالے کر دیا گیا۔حضرت مصعبؓ ایک عرصے تک تمام اذیتیں برداشت کرتے رہے، نرم و نازک لباس میں ان کے لئے کوئی جاذبیت نہ رہی، انواع واقسام کے کھانے ان کی نظروں میں ہیچ ہوگئے، نشاط افزا عطریات کا شوق ختم ہوگیا اور دنیاوی عیش وتنعم اور مادی اسباب ووسائل سے یکسر بے نیاز ہوگئے۔

اس درمیان ایک روز آپؓ مسلمانوں کے پاس آئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد وپیش مجلس آرا تھے۔ ان لوگوں نے حضرت مصعبؓ کو دیکھتے ہی سر اور نگاہیں جھکا لیں، بعض کی تو آنکھیں اشک بار ہوگئیں؛ اس لیے کہ وہ آپؓ کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے کہ آپؓ پیوند لگی بوسیدہ قمیص زیب تن کیے ہوئے تھے۔صحابہؓ نے تو اسلام سے قبل آپؓ کی جو تصویر دیکھی تھی وہ اَور ہی تھی، اُس وقت تو آپؓ کے کپڑے باغ کے پھولوں کے مانند

چمک دار اور عطر بیز ہوا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ دیر تک آپ رضی اللہ عنہ کو عزت و محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ پھر آپ ﷺ کے مبارک لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں نے مصعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ مکہ میں والدین کا کوئی بیٹا ایسا نہ تھا جو اس سے بڑھ کر نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتا ہو؛ لیکن مصعب رضی اللہ عنہ نے ہر چیز کو اللہ و رسول کی محبت میں خیر باد کہا ہے۔“

سفارتِ اسلام کا اعزاز:

مکہ کی سرزمین سے اسلام کا آفاقی پیغام پھیلنا شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا آوازہ یثرب تک پہونچ گیا، موسم حج میں کچھ لوگ آئے اور دامن اسلام سے وابستہ ہو کر وطن چلے گئے پھر سن ۱۱ر نبویؐ میں (بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد) اہلِ مدینہ نے ایک تربیت یافتہ معلم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں درخواست گزاری: ”(یارسول اللہ) ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے“۔ چنانچہ ابنِ اسحاق کی روایت ہے: ”جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں“۔

سرزمین مدینہ کو دار الہجرت کا شرف حاصل ہونے والا تھا اور یہ ایسی سرزمین تھی جسے جلد ہی مرکزِ اسلام بننا تھا؛ اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ مدینہ کی سرزمین میں دعوت کا کام منظم انداز میں کیا جائے تا کہ ہجرت عامہ سے سرزمینِ مدینہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لیے ایک محفوظ اور مضبوط پناہ گاہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ ایسے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر پر پڑی جو ہجرت حبشہ کے کٹھن مراحل سے گزر کر کندن بن چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ان جاں نثاروں میں سے تھے جو اسلام کی خاطر ہر مصیبت کا سامنا بڑی خندہ پیشانی سے کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کو ان کے متعلق یہ اعتماد بھی تھا کہ وہ دعوت کے ہر اسلوب سے واقفیت رکھنے والوں میں سے ہیں اور مخاطب کو متاثر کرنے کا ہر ڈھنگ جانتے ہیں۔ پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی ندوی حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کے تقرر کی حکمت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور سابقین اولین میں سے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بدری کا انتخاب ظاہر ہے کہ ان کی سبقتِ اسلام اور شخصی وجاہت کے سبب نہیں ہوا تھا۔ وہ یقیناً سابق صحابی تھے اور انہوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں؛ لیکن ان سے کہیں زیادہ سبقت اور قربانی کا شرف رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ان کا انتخاب محض اس

بنا پر کیا گیا تھا کہ وہ مجموعی اعتبار سے اس منصبِ گرامی کے لیے موزوں ترین تھے۔ وہ پاسداران کعبہ کے خاندان کے ایک متمول خانوادہ عبدالدار کے فرد ہونے کے علاوہ اسلام کے وفادار وجاں نثار، ثابت قدم اور ٹھنڈے مزاج کے شخص تھے جو اسلام کا پیکرِ دلنواز ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ان کی یہی مجموعی صفاتِ حمیدہ تھیں جنھوں نے ایک مختصر عرصہ میں اسلام کے قدم مدینہ منورہ میں مضبوطی سے جما کر ہجرت کی راہ ہموار کر دی''۔ (عہد نبوی کا نظامِ حکومت، ص:۴۹)

کارِ دعوت اور مثالی صبر و تحمل:

حضرت مصعب ؓ مدینہ طیبہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے مہمان ہوئے اور پوری تن دہی کے ساتھ دعوت اسلام کی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ ایک روز حضرت مصعب ؓ مدینے میں لوگوں کے درمیان وعظ فرما رہے تھے اور اسلام کی حقانیت کا اظہار کر رہے تھے کہ اچانک بنی الاشہل کے ایک سردار، اُسید بن حضیر وہاں آ دھمکے اور انتہائی غضب ناک لہجے میں مخاطب ہو کر کہا کہ تمھیں کس نے اجازت دی ہے کہ ہمارے سادہ لوح لوگوں کے ایمان خراب کرتے پھرو اور انہیں ان کے آبائی دین سے برگشتہ کرو؟؟ حضرت مصعب ؓ کے ساتھ بیٹھے مسلمانوں نے غیظ وغضب سے بھڑکتے اُسید بن حضیر ؓ کو دیکھا تو سہم گئے؛ لیکن حضرت معصب ؓ سکون واطمینان سے اللہ کی توحید کا اظہار کرتے رہے۔ اُسید غصّے کی آگ میں جلتے ہوئے حضرت مصعب ؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے، اور دوبارہ حضرت مصعب ؓ کو مخاطب کر کے کہنے لگے ''تمھیں ہمارے محلے میں کون لایا؟ تم ہمارے کمزور لوگوں کو بے وقوف بناتے ہو؟ اگر زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ......!''

حضرت مصعب ؓ پرسکون انداز میں صبر وتحمل کا مجسم نمونہ بنے اسی طرح بیٹھے رہے اور بہ زبان شیریں مقال گویا ہوئے: ''کیا آپ بیٹھ کر سنیں گے نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ اگر آپ کو ہمارا معاملہ اچھا لگے تو اسے مان لیجئے گا۔ ناگوار گزرے تو ہم مزید کوئی بات نہیں کریں گے۔''

اللہ اکبر! اس چیز کا آغاز کتنا دلکش تھا جس کا اختتام عنقریب باسعادت ہونے والا تھا! اُسید ایک دانا و بینا آدمی تھے اور ادھر حضرت مصعب ؓ نے ان کے ضمیر پر دستک دے ڈالی تھی کہ وہ صرف یہ کلام سن لیں اور کچھ نہ کریں۔ اگر وہ اس پر مطمئن ہوں تو اچھی بات! ورنہ وہ ان کا محلہ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور کسی دوسرے قبیلے کنبے کے پاس جا کر اپنی بات کریں گے۔

اُسید نے جواب دیا ''تم نے بات تو انصاف کی کہی۔'' یہ کہہ کر اپنا نیزہ زمین پر پھینکا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب ؓ تلاوتِ قرآن پاک کرنے لگے۔ اُنہوں نے ابھی اس دعوتِ جاں فزا کی تفسیر پیش کرنا شروع ہی کی تھی

جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کر رہے تھے کہ اُسید کے خوابیدہ جذبات بیدار ہونا شروع ہو گئے۔حضرت مصعبؓ نے بات مکمل کی تو اُسید بن حضیر بہ آواز بلند کہہ اُٹھے''یہ بات کس قدر حسین اور حق ہے۔بتاؤ!اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے جو اس دین میں داخل ہونا چاہتا ہو؟''

حضرت مصعبؓ نے کہا''وہ اپنے کپڑے اور بدن پاک صاف کرے اور یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی مَعبُود نہیں ہے۔''

اُسید وہاں سے غائب ہو گئے۔تھوڑی دیر بعد آئے تو سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔پھر کھڑے ہو کر یہ اعلان کرنے لگے کہ''اللہ کے سوا کوئی مَعبُود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

یہ خبر روشنی کی طرح پھیل گئی،اب سعدؓ بن معاذ آئے،یہ بھی مصعبؓ کے سامنے ہتھیار ڈال کر مسلمان ہو گئے،پھر سعد بن عبادہ آئے اور نعمت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ادھر اہلِ مدینہ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔اگر اُسیدؓ بن حضیر،سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ اسلام لے آئے تو ہم کس لیے پیچھے رہ جائیں۔آؤ مصعبؓ کے پاس چلتے ہیں؛تاکہ ان کے ہاتھ پر ہم بھی ایمان لے آئیں۔

اس طرح کئی ماہ کی مسلسل محنت وجدوجہد کے بعد ۱۳/نبوی کا موسم حج آیا تو حضرت مصعب بن عمیرؓ مکہ واپس آ گئے۔اس وقت حضرت براء بن معرورؓ کی قیادت میں بہتر مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل انصار کا ایک قافلہ بھی ان کے ساتھ مکہ پہنچا۔

مؤرخین کے مطابق یہ شرف بھی حضرت مصعبؓ کے حصے میں آیا کہ مدینہ میں سب سے پہلا جمعہ انہوں نے پڑھایا۔مکہ معظّمہ میں نماز جمعہ کا حکم آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ میں تحریری حکم بھیجا کہ زوال کے بعد لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاؤ،کیونکہ اس وقت مکہ میں جمعہ قائم کرنا ممکن نہ تھا۔ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت مصعبؓ نے خود خط لکھ کر اجازت مانگی تو آپ نے لکھا:جب سورج ڈھل جائے تو دو رکعت ادا کر کے اللہ کی قربت چاہو،اس کے ساتھ خطبہ بھی دو۔حضرت مصعب نے حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں جمعہ پڑھانے کا اعلان کیا۔بارہ افراد نے تاریخ اسلامی کی پہلی نماز جمعہ ادا کی۔

غزوات میں شرکت:

۲ھ سے حق وباطل کے درمیان معرکہ آرائی کا آغاز ہوا،اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ غزوہ بدر تھا،سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے اس میں شاندار کارنامے سرانجام دیے،لشکر کی کمان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو افراد کے ساتھ نکلے جس میں مصعب بن عمیرؓ نے ان نازک ترین لمحات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کی

بھرپور ذمہ داری نبھائی۔

غزوۂ احد میں اسلام وکفر کا دوسرا بڑا معرکہ ہوا تو اس میں سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے بڑے ذوق وشوق سے شرکت کی نبی اکرم ﷺ نے غزوہ احد میں لشکر اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ انصار کے دو دستے بنائے اور ان کے امیر مقرر کئے؛ جبکہ مہاجرین کے دستے کا پرچم سیدنا مصعب بن عمیرؓ کو عطا ہوا۔ احد کی جنگ میں جب ایک اتفاقی غلطی کی وجہ سے فتح شکست میں بدل گئی اور مسلمان اس اچانک صورت حال کی وجہ سے مشرکوں کے نرغے میں آ گئے تو حضرت مصعبؓ بھی چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر گئے، ان کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا اور وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے، ایسی حالت میں ایک مشرک ابن قمہ نے تلوار کا وار کیا جس سے ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا، اب انہوں نے اسلام کا پرچم بائیں ہاتھ میں تھام لیا، ابن قمہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی کٹ کر گر گیا، اب اللہ کے اس مجاہد نے کٹے ہوئے بازوؤں کو موڑ کر اسلام کے پرچم کو سینے سے چمٹا لیا، دشمن نے جھنجلا کر نیزے کا ایسا وار کیا کہ اس کی نوک سینے میں اتر گئی۔

شہادت:

اسلام کا یہ سچا فدائی آخری دم تک دشمن کے آگے ڈٹا رہا اور اسلامی پھریرے کو سرنگوں ہونے نہیں دیا، ادھر آپ شہید ہوئے اور اُدھر آپؓ کے بھائی ابوالروم بن عمیرؓ نے بڑھ کر پرچم اسلام کو سنبھالا اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے۔

جب جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ارضِ معرکہ کا جائزہ لینے کے لیے نکلے، حضرت حمزہؓ کے المناک وغم انگیز واقعہ کے باوجود رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی جسد خاکی کے پاس کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی آیت پڑھی؛ جس کا ترجمہ ہے: ''مومنین میں ایسے مردان کار بھی ہیں جنھوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا جو اللہ سے انھوں نے کیا تھا۔'' پھر آپ ﷺ حسرت بھری نظر اس چادر پر ڈالتے ہیں جس میں ان کو کفن دیا گیا ہے اور فرماتے ہیں: ''میں نے تجھے مکہ میں دیکھا تو تجھ سے عمدہ و دیدہ زیب لباس پہننے والا اور خوبصورت زلفوں والا کوئی نہ تھا، آج تو ایک چادر میں غبار آلود سر چھپائے ہوئے ہے۔''

حضرت خبابؓ بن الارت کہتے ہیں: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کی تو ہم اللہ کی رضا کے طلب گار تھے اور اللہ کے ذمے ہمارے اس عمل کا اجر واجب ہو گیا۔ ادھر ہم میں سے کچھ لوگ اپنی زندگی پوری کر چکے؛ مگر انھوں نے اس دنیا میں اپنے اس اجر (مال غنیمت) سے کوئی چیز نہیں کھائی، مصعبؓ اُنہی لوگوں میں شامل ہیں، وہ یومِ اُحد کو شہید ہوئے تو انھیں کفن دینے کے لیے ایک چادر کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم

اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہوجاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہوجاتا۔رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''چادر کو ان کے سر کی جانب سے اوپر ڈال دو اور قدموں پر اذخر گھاس رکھ دو''۔

حضرت مصعب کے بھائی حضرت ابو الروم، حضرت سویبط بن سعد اور حضرت عامر بن ربیعہ نے حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارا۔آں حضور ﷺ شہدائے احد کی قبروں پر اکثر جایا کرتے تھے۔گھاٹی کے کنارے پر آ کر فرماتے: تم نے صبر کیا، تم پر سلامتی ہو۔تمھارا آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔آپ نے تلقین کی کہ لوگو، یہ شہدا اللہ کے ہاں زندہ ہیں، ان کی زیارت کر کے انھیں سلام کیا کرو۔اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت تک جو مسلمان ان کے حضور سلام پہنچائے گا، یہ اسے جواب دیں گے۔آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور دوسرے صحابہ بھی شہدا کو سلام کرنے آتے رہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۔۔۔(بقیہ صفحہ ٦ سے) معصیت کتنی بڑی ہو وہ حق تعالیٰ کی رحمت پر غالب نہیں آ سکتی، سمندر کے جھاگ کے برابر گناہ ہوں اور بندہ سچی توبہ کر لے حق تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں، گندہ بچہ کو ہر آدمی اپنے سے دور کرتا ہے مگر اس کی ماں قریب کرتی ہے، اس کو صاف کرتی ہے، پیشانی پر بوسہ دے کر اپنے سینے سے لگاتی ہے۔اللہ تعالیٰ جو ستر ماؤں سے زیادہ بندوں سے محبت رکھتا ہے، بندہ کتنا بھی گندا ہو وہ بڑے پیار سے کہتا ہے یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم گنہگار بندے کی نسبت اپنی جانب فرما رہے ہیں، اس کے باوجود اگر ہم بے اعتنائی کریں تو یہ ہمارا ہی اپنا کچھ نقصان ہوگا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روے منزل ہی نہیں

بارگاہ ایزدی میں دست بستہ، احساس ندامت، ترک معصیت کے عزم کے ساتھ دعا ہے

من نگویم طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناہ ہم بکش

اصلاحی مضامین

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ؛ وقت کی اہم ترین ضرورت

ازقلم: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

رسول رحمت، سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ایک ایسی کامل واکمل اور عظیم ترین شخصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت وکاملیت اور عالمگیریت نے کائنات کے ہر ذرے، ہر گوشے اور ہر شعبہ حیات کو متاثر کیا، عبادات ہو یا معاملات، اخلاقیات ہو یا معاشرت، عدالت ہو یا سیاست، ریاستی احکامات ہوں یا سفارتی تعلقات، جنگی تدابیر ہوں یا گھریلو مسائل، تمام میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کامل واکمل نمونہ کے طور پر سامنے آتی ہے، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں پر محیط دکھائی دیتی ہے، عہد رسالت سے قبل کی حیات طیبہ میں آپ ایک امانت دار تاجر، بہترین شوہر، اچھے دوست، یتیموں کے دریتیم، بیواؤں اور مساکین کے غمخوار اور امانت وصداقت کے علمبردار نظر آتے ہیں تو وہیں بعثت نبوت کے بعد ایک عظیم الشان داعی، اسلامی افواج کے زبردست کمانڈر وسپہ سالار، ریاست مدینہ کے مایہ ناز مدبر وسربراہ، رعایا کے مقدمات وقضایا کے کامیاب فیصل، تشنگانِ علوم کے کامیاب معلم ومدرس، حیراں وسرگرداں انسانیت کے بہترین رہبر وقائد دکھائی دیتے ہیں۔

سیرت نبوی اسلام کا دائمی معجزہ

یہ اس لیے کہ سیرت نبوی اسلام کا دائمی معجزہ اور اللہ تعالی کی حکمت بالغہ ہے کہ ہر نوع اور ہر آن تبدیل ہوتی ہوئی دنیا کے ہمرکاب رہتی ہے، ہر دور اور ہر زمانے اور ہر علاقے میں ہر ہر طریقہ سے رشدوہدایت کا منارہ نور بن کر بھٹکی ہوئی انسانیت کو نشانِ منزل ہی نہیں بلکہ منزلِ دوام عطا کرتی ہے۔

کیا یہ سیرت نبوی کا معجزہ نہیں ہے کہ آج تک دنیا نے آپ کی ذات بابرکات کو جس قدر قابل اعتناء ولائق اہتمام سمجھا اور جس خوبی اور حوصلہ ونیازمندی کے ساتھ سیرت طیبہ کے ہر زاویہ کو سنوارا، اس اعزاز کا عُشرِ عَشیر بھی کسی کے حصے میں نہیں آیا، کیا یہ سیرت نبوی کا اعجاز نہیں ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

حرف، حرکات وسکنات کی ایک ایک ادا، اور آپ کی جلوت وخلوت کے ایک ایک خط وخال کا عکس اور آپ کی حیات طیبہ کی ایک ایک کیفیت کتب سیرت کے اوراق میں بالتفصیل آج بھی محفوظ ہے۔

سیرت نبوی ﷺ قرآن کریم کی عملی توضیح

یہ اس لیے بھی کہ رسول رحمت ﷺ کی حیات طیبہ قرآن کریم کی عملی تفسیر وتوضیح ہے قرآن اگر متن ہے تو سیرت اس کی تشریح، قرآن علم ہے تو سیرت اس کی عملی تطبیق، قرآن صحیفوں اور اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے تو سیرت اس کی عملی تفسیر اور زندہ وجاوید پیکر جمیل کا نام ہے، جس نے مکے کی گلیوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے توحید کے نغمے سنائے اور مدینہ میں سلطنتِ الٰہیہ کی بنیاد رکھی، اور دنیا کو ایک منفرد طرز حکمرانی سے روشناس کروایا، یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح بیان کیا تھا کہ کان خلقه القرآن کہ آپ چلتے پھرتے قرآن ہیں، انہی وجوہات کے سبب خالقِ کائنات نے رسول رحمت ﷺ کو تا قیام قیامت بہترین اسوہ اور آئیڈل بنا کر امت کے سامنے پیش کیا، ارشاد باری ہے: ''درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ (سورہ الاحزاب:21)

اور رسول رحمت ﷺ کی اتباع اور اطاعت کو دراصل اپنی خوشنودی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔ (سورۃ آل عمران 31) ایک اور مقام پر فرمایا: اور جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا بیشک اس نے خدا کی اطاعت کی (سورۃ النساء 81)

ہماری بے حسی ومردہ دلی

لیکن مقام افسوس کہ آج ہم جس طرح مطالعہ سیرت سے غفلت برت رہے ہیں اور اسکے پیغام کو فراموش کر رہے ہیں وہ شاید اس دور کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے؛ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ رسول رحمت ﷺ کے اخلاق وعادات کیا تھے؟ رسول رحمت ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اپنے دوستوں کے مابین رسولِ رحمت ﷺ کا کیا معاملہ تھا؟ کفار اور منافقین سے رسولِ رحمت ﷺ کا کیا رویہ تھا؟ ریاست مدینہ میں رسولِ رحمت ﷺ نے کیسی حکمرانی کی تھی؟ رسول رحمت ﷺ کی رحمت ورافت، محبت وشفقت، خشیت وانابت، شجاعت وامانت، صداقت وعدالت، جود وسخا، فراست ومتانت، ایثار وقربانی، احساس ذمہ داری، حلم وتواضع، صبر وتوکل جیسی عالی صفات مکی ومدنی حیات کا روشن باب ہے، نیز گھریلو زندگی میں بہترین ساتھی، شفیق

سردار، مساکین کے سرپرست تھے، اسی طرح قومی وملی زندگی میں عدل وانصاف، فوجوں کی کمانڈری، حکومتی انتظامات، رعایا پروری، سیاسی سوجھ بوجھ، دوستوں کی دلداری، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک وہ عظیم اخلاق و کمالات کہ جس کی بنا پر رب العالمین نے رسولِ رحمت ﷺ کو خلق عظیم کے مرتبہ پر فائز کیا ان سے ہم نابلد ناآشنا اور ناواقف ہیں۔

ایک طرف قوم مسلم کی تباہ کن، گمبھیر اور نازک ترین صورتحال ہے تو وہیں دوسری طرف امت مسلمہ کو لاتعداد چیلنجز کا سامنا ہے۔ کفار ومشرکین بڑی سفاکی وچالاکی اور بے باکی کے ساتھ اسلام کو مٹانے میں مصروف ہیں، ان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسل کو دنیا کی زیب وزینت، مادی زندگی کا عیش و تنعم، بلامواخذہ جسمانی لذتوں کے مواقع فراہم کرکے روحانی لذتوں سے بے بہرہ کردیں۔ اور رسولِ رحمت ﷺ کے ارشادات وتعلیمات کی اصل روح کو مسخ کرکے مسلمانوں کے دلوں سے رسول رحمت ﷺ کی محبت کا نقش مٹادیں، چنانچہ اسلام دشمن عناصر اور متعصب مستشرقین نے رسول رحمت ﷺ کی ذات مبارکہ سے متعلق شکوک وشبہات کو عام کیا، مادی سطح پر آپ کی شخصیت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، فضائل وکمالات کا اِنکار کیا، اور مقام نبوت، حقیقتِ نبوت اور وحی پر شکوک وشبہات پیدا کئے، پھر کیا تھا کہ توہینِ رسالت کے مجرمین اور گستاخانِ رسول بین الاقوامی سطح پر رسول رحمت ﷺ کی ذات گرامی پر اعتراضات کرنے لگے۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مطالعۂ سیرت نبوی اور اس کی حقیقی ضرورت واہمیت کا احساس ہمارے دلوں سے محو ہوگیا ہے، ہماری زندگیوں کی نہج کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ہمیں اس اہم خلا کا احساس بھی نہیں ہوتا جو ہماری زندگیوں میں مطالعۂ سیرت کے فقدان یا کمی کی بناء پر پیدا ہوگیا ہے اور اس محرومی کے ذمہ دار علامہ اقبال کی زبان میں ہمارے سوا کوئی نہیں ہے ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عصر حاضر میں سیرت طیبہ کی سخت ترین ضرورت ومعنویت

یہ بات حقیقت ہے کہ سیرت طیبہ کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے لیکن موجودہ وقت میں اس کی اہمیت و معنویت اور ضرورت دوگنا ہوجاتی ہے کیوں کہ موجودہ دور گلوبلائزیشن (Globalization) اور عالمگیریت کا دور ہے، اور پوری دنیا کسی گلوبل سسٹم (Global System) اور عالمگیر نظام کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے سائنس اور ٹکنالوجی آسمان چھو رہی ہے، ہر روز نئے نئے انکشافات نت نئے ایجادات سامنے

آرہے ہیں، مادیت کا سیلاب بلاخیز ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا، جدھر دیکھو سامان عیش ونشاط کی فراوانی ہے، شہر تو شہر اب دیہات بھی رفتہ رفتہ جدید سہولیات سے آراستہ ہورہے ہیں لیکن ایک حیات انسانی ہے کہ جسے اجڑے ہوئے طویل عرصہ بیت چکا ہے، رواداری اور بھائی چارگی اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے، اخوت و محبت امن اور خوش حالی کا جنازہ نکل چکا ہے، بلکہ وہ دور جاہلیت عود کرآیا چاہتا ہے جس کی بیخ کنی کے لیے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا، جاہلیت، تو ہم پرستی، غارت گری، دختر کشی، حق تلفی الغرض موجودہ دور جاہلیتِ اولیٰ کی منہ بولتی تصویر بن گیا ہے، ایسے پرآشوب دور اور لادینیت زدہ ماحول میں پوری انسانیت مسیحائی ورہبری کی منتظر ہے، ان حالات میں ہمیں بس ایک شمع ایسی نظر آتی ہے جو اپنی کرنوں سے اس راہِ محبت میں چلنے والوں کی انگلی پکڑ کر انہیں منزل مقصود تک پہونچانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس کی روشنی میں ہر انسان کے لئے دنیا ہی کا نہیں بلکہ آخرت کا بھی سامان نجات ہے، ایک ایسی چیز جس پر عمل کرنا آسان اور ایک ایسا سانچہ جس میں خود کو ڈھال لینا نہایت ممکن ہے، اور وہ حسین شمع یا زندگیوں کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے والا سانچہ "سیرت طیبہ" ہے، کیوں کہ تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت کا سب سے بڑا بہی خواہ اگر کوئی ہے تو وہ ذات رسالت مآب نبیٔ آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی ہے۔

اسبابِ تدارک

(1) امت مسلمہ کی بالعموم اور علماء دین کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اقوام عالم کی رہبری وامامت کا فریضہ انجام دیں جو کار نبوت کی تکمیل کے بعد ان کے سپرد ہے لہذا امت کو درپیش عصری چیلنجز چاہے وہ مذہبی یا سیاسی، معاشی ہو یا معاشرتی ہر ایک کے اسباب وعلل کا جائزہ لے کر سیرت طیبہ کی روشنی میں اس کا حل وتدارک اور لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا۔

(2) رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل، شمائل اور خصائل کے علاوہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جدید پہلوؤں سے مطالعہ کرنا، علمی، عملی، تحقیقی، تنقیدی، نقلی اور عقلی دلائل کی روشنی میں سیرت پر اٹھائے جانے والے سوالات کا جواب دینا ہوگا ساتھ ہی ساتھ اس پہلو کو اجاگر کرنا ہوگا کہ دینِ اسلام قرونِ اولیٰ ہی نہیں بلکہ ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور مسائل کے حل اور پریشانیوں سے چھٹکارہ پانے کے لئے سیرتِ طیبہ کی طرف رجوع ہر دور کی ضرورت ہے۔

(3) غیر مسلموں تک رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح تعارف پہونچانے کے لئے سیرت طیبہ کے اخلاقی و روحانی اور آفاقی پہلوؤں کو صحیح اسلوب ومنہج اور حالات زمانہ کے مطابق ہر ہر زبان میں پیش کرنا ہوگا۔

(4) عبادات اور شرعی احکام سے آگے بڑھ کر اجتماعی زندگی، سیاسی حکمت عملی اور دوسری اقوام کے ساتھ سلوک و تعلق کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل کو سامنے رکھنا ہوگا۔

(5) کتب سیرت بالخصوص قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری ؒ کی ''رحمۃ للعالمین''، علامہ شبلی نعمانی ؒ کی کتاب ''سیرۃ النبی''، مولانا عبدالرؤف دانا پوریؒ کی کتاب ''اصح السیر''، مولانا سید سلیمان ندویؒ کی ''خطباتِ مدارس''، مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی ''نبی رحمت''، ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی کا سیرت پر لکھا گیا تمام لٹریچر، مولانا نظام الدین اسیر ادرویؒ کی ''عہد رسالت غار حرا سے گنبد خضرا تک''، مولانا محمد عبدالقوی مدظلہ کی ''ذکر حبیب'' اور اُن کے ماخذ و مراجع بالخصوص سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، دلائل النبوۃ، زاد المعاد، وغیرہ کو عام کرنا ہوگا۔

(6) یقین رکھیں!! اگر آج دنیا مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی ترقی چاہتی ہے اور وہ پر امن اور خوش حال زندگی کی خواہاں ہے تو اسے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پیچھے مڑ کر دیکھنا ہوگا، بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

(6) ان سب کے علاوہ ہمیں پوری اہمیت کے ساتھ سیرت طیبہ کی روح کو سمجھنا ہوگا، اسے اپنے اخلاق و اعمال میں شامل کرنا ہوگا اور عملی طور پر اسوہ حسنہ کو فروغ دینا ہوگا کہ جب تک ہماری زندگیاں سیرت طیبہ کے مطابق نہیں ہوں گی تب تک مادی ترقی کے تمام تر اسباب جمع ہونے کے باوجود ہم تنزلی کا شکار ہی رہیں گے۔

اصلاحی مضامین

اسلام ہی انسانیت ہے!

ازقلم: ابن عطاء اللہ بنارسی

اس راز کا انکشاف کہ اسلام ہی انسانیت کا ضامن ہے اور اس دعوے کی دلیل کہ انسانیت اسلام ہی کی آغوش میں پناہ گزین ہے؛

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

(علامہ اقبالؔ مرحوم)

انسانیت کے ساتھ اس سے بڑھ کر کوئی احسان و مروت نہیں کہ چہار دانگ عالم میں بسنے والی تمام اولاد آدم کے درمیان، انصاف اور مساوات کا اعلی نظام قائم کر دیا جائے، انسانیت کے اس عظیم الشان نظام کی بنیاد یہ ہے کہ انسانوں کو کسی ایک نظام کا پابند کر دیا جائے، جہاں ہر سر تسلیم کے لئے ایک ہی خم گاہ ہو، اور ہر دست گدائی کے لئے ایک ہی در ہو! انسانیت اور قومیت کے اتحاد کی یہ بنیاد محض فلسفۂ اسلامی کی ایجاد نہیں، اس دنیا نے شروع سے اب تک، سیاست وحکومت، سلطنت وریاست کے کتنے ہی قوانین بنائے مگر ان تمام قوانین کی بنیاد یہی تھی اور یہی ہے کہ ہر ملک وحکومت کے ماتحتوں کو کسی ایک آئین کا پابند کر دیا جائے، اس کے بغیر نہ کوئی ملک سلامت رہ سکتا ہے نہ کوئی حکومت قائم ہوسکتی ہے! انسانیت کی پوری تاریخ وجہِ اتحادِ قوم اور سببِ اتحادِ ملت کی اس سے اچھی کوئی بنیاد پیش نہیں کر سکتی، معلوم ہوا کہ اتحاد انسانیت کا یہ نظریہ سراسر فطری اور قدیمی ہے، خالق عالم نے جب زمین پر انسانوں کو پیدا فرمایا تو ان کو ایک ہی امت اور ایک ہی قوم بنایا تھا، اور اس اتحاد کی بنیاد توحید ورسالت کو بنایا تھا، چنانچہ قرآن کریم نے اعلان کیا ہے: كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً کہ "پہلے لوگ ایک ہی امت تھے" یعنی ایک ہی دین پر تھے، پھر ان میں اختلاف رونما ہوا تو اللہ عزوجل نے انسانوں کو دوبارہ متحد کرنے کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، یہاں ایک تفسیری بحث ہے کہ "کان" سے مراد کون سا زمانہ ہے؟

اور لوگ متحد تھے تو کس دین پر متحد تھے، جمہور مفسرین کے نزدیک آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ مراد ہے اور ایک ہونے سے ایک دین پر ہونا مراد ہے اور وہ دین توحید و رسالت یعنی دین اسلام تھا، چنانچہ امامُ المفسرین حضرت امام قرطبیؒ، مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ نے بیان کیا ہے کہ ''اَلنّاس '' سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کے لوگ ہیں، اور زمانے سے مراد اُن کے درمیان کی دس صدیاں ہیں، وہ لوگ حق پر تھے، پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے بعد کے انبیاء کو بھیجا"۔

(تفسیر قرطبی: ج ۲)

مذکورہ روایت کو ابن جریر طبریؒ اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اپنی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے؛

علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں اسی مفہوم کی روایت نقل فرماتے ہیں: امام عبدالرزاقؒ نے معمر کے حوالے سے حضرت قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ کان الناس امۃ واحدۃ کے معنی یہ ہیں کہ سب لوگ ہدایت پر تھے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج ۱)

اسی قسم کی روایت علامہ سیوطیؒ درمنثور میں نقل کرتے ہیں: امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابویعلی اور امام طبرانی رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: " لوگ ایک امت تھے یعنی اسلام پر تھے۔ (تفسیر درمنثور ج ۱)

معلوم ہوا کہ اسلام نے اتحاد انسانیت کی تحریک اسی وقت سے چھیڑ رکھی ہے، جب دنیا نے آئین سلطنت اور قانون حکومت کا نام بھی نہیں سنا تھا، اتحاد انسانیت کی اس تحریک کو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، ہر محسن انسانیت نے جاری رکھا، شروع اسلام میں اور بعد کے زمانوں میں جتنی جنگیں لڑی گئیں، انکا مقصد حصول سلطنت نہیں بلکہ مقصود اسی اتحاد کا استحکام اور کفر وظلم کو مٹا کر ایمان وعدل کا نظام قائم کرنا تھا، اربابِ کفر سے جو نبرد آزمائی ہوئی، پھر وہ چاہے مکہ کے مشرکین ہوں، یا مدینے کے یہودی ہوں، یا فارس کے مجوسی ہوں، یا روم کے عیسائی ہوں یا پھر سندھ کے مشرک ہوں، سب سے محاذ آرائی کا مقصد اُن کے جبر کو مٹانا تھا، چاہے مکہ کی فتح ہو چاہے مدائن فتح ہو، چاہے اندلس کی فتح ہو، چاہے قسطنطنیہ کی فتح ہو، ہر فتح کا مقصد صرف اور صرف اتحاد انسانیت کی بنیاد کو مستحکم کرنا تھا، اسلامی جنگوں کو قتل و غارت کا نام دے کر اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش خوب کی گئ اور اب تک کی جاری ہے، کبھی یہ کام حاسد مؤرخین سے تو کبھی زر خرید قلم کاروں سے لیا گیا، آج یہی کام مغربی اور مغرب زدہ میڈیا سے لیا جارہا ہے۔

اسلام ازل سے ہی اپنے خمیر میں اتحاد کی بنیاد لے کر آیا تھا، ورنہ وہ یہودی قوم جو خود کو خدا کا رشتہ دار گردانے! اس کے اندر انکساری اور انسانیت نوازی کا مادہ کب ہوگا؟ وہ تو خود کو تن تنہا زمین کا مالک تصور کرے گی، اور اس راہ میں کسی ظلم اور کسی جبر سے دریغ نہیں کرے گی، چنانچہ یہودیوں کی تاریخ یہی بتلاتی ہے، پھر وہ عیسائی قوم جس نے خدا کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، وہ انسانوں کو کب اور کیوں متحد چھوڑے گی؟ پھر وہ مشرک قوم جس نے کائنات کے ہر حصے کو خدا کا درجہ دے دیا، جس کے یہاں خالق کے وجود میں اس قدر اختلاف ہو، وہ مخلوق کے اتحاد کا نظریہ کیا اور کہاں سے لائے گی؟ معلوم ہوا کہ اسلام کے سوا ہر قانون اور ہر آئین سراسر انتشار پر مبنی ہے، اور انتشار کبھی بھی فلاح انسانیت کی وجہ نہیں بن سکتا، انسانوں کی کامرانی، اخوت کی جہاں گیری اور محبت کی فراوانی صرف صرف اسلام کے خمیر میں پوشیدہ ہے، بلکہ اس بدیہی حقیقت کی صحیح تعبیر تو یوں ہے کہ اسلام ہی انسانیت ہے؛ اقبال مرحوم نے فرمایا تھا:

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لا الہ الا اللہ

(بقیہ صفحہ ۳۸ سے)

آج تو تم لوگ وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو تمہارے یہ بھائی نہیں کر سکتے، جو قبروں میں پہنچ چکے ہیں۔ اپنی صحت اور فرصت کو غنیمت سمجھو اور نیک عمل کر لو، اس سے پہلے کہ گھبراہٹ اور حساب کتاب کا دن آ پہنچے۔''

دین اور دنیا کی کامیابی اور بلند مقاصد کے حصول کے لئے وقت کا صحیح استعمال لازم ہے، سردیوں میں اگر دن کے اوقات زیادہ کام نہیں ہو پائے تو رات کا حصہ استعمال میں آ سکتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرنی چاہیے تاکہ کوئی موسم، کوئی دن ورات اور ماہ وسال ہمارے لئے نہ دنیوی مشقت کا ذریعہ ہو اور نہ ہی آخرت کے عذاب کا سبب۔ اللہ تعالیٰ تکلیفوں کو دور کرے، راحتوں سے ہمکنار کرے اور امتحان وآزمائش سے محفوظ رہیں۔

اصلاحی مضامین

موسمِ سرما: غنیمت بھی نصیحت بھی

ازقلم: مفتی محمد صادق حسین قاسمی کریم نگری*

موسمِ سرما کی آمد ہے، اس موسم میں سورج کی تمازت کم ہوجاتی ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں گرم کپڑوں میں لپٹے رہنے پر مجبور کردیتی ہیں، بادِ صبح کے خنک جھونکوں سے طبیعت مچل جاتی ہے، حرارت کی طلب بڑھ جاتی ہے، ٹھنڈک دور کرنے کے لئے لوگ مختلف قسم کے گرم لباس اور دیگر اسباب ووسائل اختیار کرنے میں لگ جاتے ہیں، موسم گرما کا ہو یا برسات کا ہر موسم کا لطف ومزہ الگ ہوتا ہے۔ کائنات کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ انسانوں کو گرم ہواؤں کی بھی ضرورت ہے، اور بارش سے جل تھل ہونے کی بھی، اسی طرح موسمِ سرما کے ذریعہ کائنات میں تبدیلی کا واقع ہونا بھی بہت اہم ہے۔ چاند، سورج، ستارے، جھاڑ، پہاڑ، ہوا، پانی سب اس کے حکم کے ماتحت ہیں، جب اس کا اشارہ ہوتا ہے کائنات کے نظام میں تبدیلی شروع ہوجاتی ہے، جب کہ سورج وہی ہے جسے روز طلوع وغروب ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں، لیکن وہ چاہتا ہے تو اسی سورج کی شعاعوں سے زمین کو گرم کردیتا ہے، انسانوں کو دھوپ کی شدت سے دوچار کردیتا ہے، اور جب چاہتا ہے تو پھر اسی آسمان زمین کے درمیان ماحول اور موسم کو نہایت سرد اور ٹھنڈا بنادیتا ہے، خدا کی قدرت، اس کی عظیم بادشاہت کے یہ انوکھے مناظر اور نظامِ کائنات کی حیرت انگیز تبدیلیاں انسانوں کو بے شمار عبرت ونصیحت کا پیغام دیتی ہیں اور اپنے عظیم خالق ومالک کا پتہ بتاتی ہیں کہ اس کائنات کا چلانے والا رب کتنا عظیم ہے۔

موسموں کی تبدیلی اور حرارت وبرودت کی کیفیات انسانوں کے لئے نصیحت کا پیغام ہیں۔ عموماً اس جانب توجہ نہیں دی جاتی کہ اللہ تعالی نے کائنات کے نظام کے ذریعہ انسانوں کو کیا سکھایا اور کیا سمجھایا ہے، عقل مند ودانا وہ ہے جو کائنات میں پیش آنے والی ہر تبدیلی سے سبق لے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنے۔ دنیا میں سردی یا گرمی کی شدت وسختی جو پیش آتی ہے اس کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہنم کے سانس لینے اور اس کے جوش کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ کیوں کہ گرمی کی سختی دوزخ کی تیزی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (پھر فرمایا کہ) دوزخ نے اپنے رب کی بارگاہ

---

* مدیر ماہنامہ ''الاصلاح''، کریم نگر

میں شکایت کی کہ (میری تیزی بہت بڑھ گئی ہے حتی کہ) میرے کچھ حصے دوسرے حصوں کو کھائے جارہے ہیں، (لہذا مجھے اجازت دی جائے کہ کسی طرح اپنی گرمی ہلکی کروں) اللہ تعالی نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک گرمی کے موسم میں۔لہذا تم جو گرمی محسوس کرتے ہو دوزخ کی لو کا اثر ہے۔(بخاری:۵۰۶) حضرت مولانا منظور نعمانیؒ حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اس کے کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں جنھیں ہم خود بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور کچھ باطنی اسباب ہوتے ہیں جو ہمارے احساس وادراک کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں، انبیاء کرامؑ کبھی کبھی ان کی طرف اشارے فرماتے ہیں، اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ: گرمی کی شدت آتش دوزخ کے جوش سے ہے، یہ اسی قبیل کی چیز ہے، گرمی کی شدت کا ظاہری سبب تو آفتاب ہے اور اس کو ہر شخص جانتا ہے اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا، لیکن عالم باطن اور عالم غیب میں اس کا تعلق جہنم کی آگ سے بھی ہے، اور یہ ان حقائق میں سے ہے جو انبیاء کرامؑ ہی کے ذریعہ معلوم ہوسکتے ہیں۔(معارف الحدیث:۳/۱۲۸)

جس طرح دنیا میں بہت زیادہ دھوپ اور گرمی انسانوں کے لئے مصیبت بن جاتی ہے، اسی طرح موسم سرما کا اعتدال سے نکل جانا بھی سخت اذیت کا باعث ہوتا ہے، گرمی اور سردی یہ دو مظاہر ہیں کہ ان کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ انسانوں کو عذاب دیتا ہے، عموماً گرمیوں میں تو اس کا احساس ہوتا ہے، لو کی تپش اور دھوپ کی سختی سے لوگوں کو جہنم کی ہولناکی یاد آجاتی ہے لیکن سردیوں کی بہت زیادہ شدت ذہن ودماغ کو اس طرف نہیں لے جاتی۔ جب کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے جنتیوں کو جنت میں ملنے والے سکون وراحت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:
مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ (الدھر) ’’وہ ان باغوں میں آرام دہ اونچی نشستوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، جہاں نہ وہ دھوپ کی تپش دیکھیں گے، اور نہ کڑاکے کی سردی۔‘‘ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت میں جنتیوں کو سردی اور گرمی کی تکلیف سے محفوظ رکھے گا اور وہاں کا موسم نہایت خوشگوار اور متعدل ہوگا۔

زمہریر سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ ’’بیشک جہنم کا ایک عذاب ایسا ہوگا جس میں ٹھنڈک ہوگی اور وہ ’’زمہریر‘‘ ہے جس میں (سردی کی شدت کی وجہ سے) ہڈیوں سے گوشت گر جائے گا، یہاں تک کہ لوگ جہنم کی گرمی کی فریاد کریں گے۔حضرت مجاہدؒ سے منقول ہیں کہ: زمہریر وہ (شدید ٹھنڈک کا) عذاب ہے جس کی ٹھنڈک کو چکھنے کی بھی لوگوں میں طاقت نہ ہوگی۔(صفۃ النار:۱۰۰، باب الوان العذاب؛ دار ابن حزم بیروت)
غرض یہ کہ جس طرح ہولناک آگ جہنم کا ایک عذاب ہے، اسی طرح خطرناک سردی بھی عذاب ہی کی ایک قسم

ہے، جہنمیوں کو مختلف قسم کے عذابات دیئے جائیں گے۔ دنیا کی شدید سردی انسان کو جہنم کی سردی کی یاد دلانی چاہیے، اور اس کے نتیجہ میں جس طرح وہ ظاہر بدن کو سردی کی شدت سے بچانے کے لئے اسباب جمع کرتا ہے اور کوشش وفکر میں لگا رہتا ہے، اسی طرح اس کو چاہیے کہ آخرت کے سخت ٹھنڈے عذاب سے بھی بچ جائے اور اس کے لئے وہ اعمال کرنے کی فکر کرے جس سے اُس عذاب سے بچا جا سکتا ہے۔

سردیوں کا موسم جہاں انسانوں کی ضرورت ہے وہیں اس کے اللہ تعالی نے فائدے بھی رکھے ہیں، سردیوں میں دن چھوٹا ہوتا ہے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں، جہاں بہت سے کام کرنے میں رات کا بڑا حصہ مددگار ہوتا ہے وہیں اللہ تعالی کی عبادت، قرآن کریم کی تلاوت، دعا ومناجات کے لئے کافی وقت انسان کو میسر آجاتا ہے، قدر کرنے والے اس کی بہت قدر کرتے ہیں اور سردیوں کی راتوں میں خوب عبادتوں کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: الشتاء ربیع المومن قصر نهاره فصام و طال لیله فقام۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۳۶۹۴) سردی کا موسم مومن کے لئے بہار کا موسم ہے، چناں چہ اس کے دن چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ روزہ رکھتا ہے اور راتیں طویل ہوتی ہیں تو وہ قیام کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، الشتاء غنیمة العابدین سردی کا موسم عبادت کرنے والوں کے لئے غنیمت (فائدہ اُٹھانے کا موسم) ہے۔ (سردی کا موسم: ۲۰)

سردیوں میں عبادت یا اعمال انجام دینے کے لئے وضو کرنا پڑتا ہے، موسم کی ٹھنڈک کی وجہ سے پانی بھی نہایت سرد ہو جاتا ہے، ایسے میں جب بندۂ مومن وضو کرتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دوہرے اجر کی بشارت دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے سخت سردی میں کامل وضو (یعنی سنت کے مطابق) کیا اس کے لئے اجر کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

تین چیزیں خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور درجات بلند کرتی ہیں (۱) سخت سردی کی ناگواری میں کامل وضو کرنا۔ (۲) مسجد میں دور سے چل کر آنا۔ (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

(مسلم: ۲۵۳)

سردی کے موسم میں رات کے وقت ہر کوئی چاہے گا کہ گرم لحاف میں لپٹا ہوا ہو، بہترین گرم سوئیٹر اس کے پاس موجود ہو، جب کسی کام اور ضرورت سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو تمام تر حفاظتی واحتیاطی تدابیر کے ساتھ باہر نکلے، لیکن اس دنیا میں ایسے کتنے لوگ ہیں کہ جن کے پاس سر چھپانے چھت نہیں، آرام کرنے نرم وگرم بستر نہیں، سردی کی سخت راتوں میں کتنے ہی ضرورت مند ومجبور سڑکوں کے کنارے، فٹ پاتھ پر، بس اسٹینڈ پر اکڑے ہوئے سوئے ہیں، جن کے پاس نہ گرم کپڑے ہیں اور نہ ہی گرم بستر، ایسے میں جن کو اللہ تعالی نے مال

دیا ہے ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سردی سخت راتوں میں ان ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھیں، ان کی سردی کو بھی دور کرنے کی کوشش کریں؛ تاکہ وہ بھی سردی کی سختیوں سے بچ سکیں۔ سردی کا موسم انسانی ہمدردی کے جذبہ کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم زمین والوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ (ابوداؤد: ۴۲۹۲) آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: جو مسلمان کسی مسلمان کو عریانی کی حالت میں کپڑے پہنائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سبز جوڑے عطا کرے گا، جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں پھل اور میوے کھلائے گا، اور جو کوئی کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے اللہ تعالیٰ اس کو نہایت نفیس شرابِ طہور پلائے گا جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔ (ترمذی: ۲۳۸۶)

لکھا ہے کہ ترکی اور بلغار میں آج بھی سردیاں آتے ہی خلافتِ عثمانیہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے اہل خیر گرم کپڑے درختوں پر لٹکا دیتے ہیں جن پر ایک پرچی لکھی ہوتی ہے کہ ''جو مستحق ہے وہ پہن لے''۔

علامہ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' میں مشہور تابعی حضرت صفوان بن سُلیمؒ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ سردی کے موسم میں ایک رات مسجد سے باہر نکلے، دیکھا کہ ایک شخص سردی سے کانپ رہا ہے اور اس کے پاس اپنے آپ کو سردی سے بچانے کے لئے کپڑے تک نہیں ہیں، چناں چہ انہوں نے اپنی قمیص اتار کر اس شخص کو پہنا دی، اسی رات بلادشام میں کسی نے خواب دیکھا کہ حضرت صفوان بن سلیمؒ صرف اسی قمیص کے صدقہ کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے۔ وہ شخص اسی وقت مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا اور مدینہ منورہ آکر حضرت صفوان بن سلیم کا پتہ پوچھا اور اپنا خواب بیان کیا۔ (صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۳۸۵ بحوالہ سردی کا موسم: ۱۸ از محمد سلمان غفرلہ)

جس طرح ٹھنڈے موسم میں گرم چیزیں ہمیں پسند ہوتی ہیں اسی طرح ضرورت مندوں کے لئے اس کا اہتمام کرنے کی فکر اور کوشش کرنا یہ ہماری ذمہ داری اور موسم سرما کا ایک سبق ہے۔

موسم سرما میں چوں کہ دن کا وقت مختصر ہوجاتا ہے، اور رات کا وقت کافی طویل، اس لئے اوقات کی قدر کرنی چاہیے، لمبی لمبی راتوں کو فضول گپ شپ، لایعنی مشغلوں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا کی ہے تو اسے کارآمد بنانے کی فکر ہونی چاہیے، رات کے اوقات میں بہت سارے کام لکھنے، پڑھنے اور اعمال وعبادت انجام دینے کے ہوسکتے ہیں اس لئے اس کا کچھ نظام بنا کر وقت کو استعمال میں لانا چاہیے تاکہ اتنی قیمتی راتیں بے کار نہ جائیں۔ کیا پتہ کہ زندگی میں آئندہ یہ ماہ وسال نصیب ہوں یا نہ ہوں؟ حضرت حسن بصریؒ ایک مرتبہ ایک جنازے میں شریک ہوئے، تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، اس شخص پر جو آج جیسے دن (موت کے دن) کے لئے تیاری کرے۔

۔۔۔۔۔(بقیہ صفحہ ۳۴ پر)

افاداتِ اکابر

اللہ جلّ جلالہ

از: مولانا عبدالعزیز صاحب قاسمی*

ہر چیز میں اللہ کی قدرت نظر آتی ہے

یوں تو اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام ہیں لیکن ان میں سے لفظ اللہ اسم ذات اور باقی اسماء صفات ہیں، یہ نام اس وقت بھی تھا جب کائنات میں کچھ نہ تھا اور اس وقت بھی ہوگا جب کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، یہ نام کائنات کی روح اور جان ہے، یہ دنیا اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کسی ایک زبان پر بھی یہی مقدس نام جاری رہے گا، اور اگر کوئی ایک زبان بھی ''اللہ اللہ'' کہنے والی باقی نہ رہی تو بساط عالم کو لپیٹ دیا جائے گا، آسمان کی قندیلیں بجھادی جائیں گی، دریاؤں اور سمندروں کا پانی خشک ہو جائے گا، پھولوں کا تبسم، عنادل کا معصوم شور، حسین صبحوں کی انگڑائیاں، ٹھنڈی راتوں کا سکوت اور زندگی کے دل لبھاتے نظارے موقوف ہو جائیں گے، یہ نام ہر مذہب والے کی زبان پر ہے کسی نے اسے ''پرمیشور'' کہہ کر پکارا، کسی نے ''برہم'' کہہ کر، کسی نے ''الاھیا'' اور ''یزدان'' کہہ کر، اگر گوشِ ہوش کے ساتھ سنا جائے تو پھولوں کی مسکراہٹ، چڑیوں کی چہچہاہٹ، پتوں کی سرسراہٹ اور کرنوں کی جگمگاہٹ میں اللہ اللہ کی آواز آتی اور اس کی قدرت جلوہ دکھاتی ہے۔

اللہ کے نام کی تاثیر و برکات

اس نام کو حضرت آدم علیہ السلام نے ورد زبان کیا تو ان کا اضطراب سکون میں بدل گیا، اس نام کی برکت سے حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے کی خزاں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا پھول کھلا، اس نام کی تاثیر سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے دھکتا ہوا الاؤ گلشن بن گیا، اس نام والے کو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں پکارا تو غم سے نجات ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکارا تو پتھر سے چشمے رواں ہو گئے اور اچھلتا کودتا دریا خشک ہو گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا نام لیا تو نابینا بینا ہو گیا، کوڑھی تندرست ہو گیا، مردہ جی اُٹھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا نام لیا تو کنکریاں بول اٹھیں، چاند دو ٹکڑے ہو گیا، چٹانوں سے زیادہ سخت دلوں

* مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم اننت پور

میں ہدایت کے چشمے اُبل پڑے، عرب کے شہر اور بستیاں رشد وصلاح کے نور سے جگمگا اُٹھیں۔

قل هو الله احد قرآن میں جہاں جہاں بھی لفظ "ھوٗ" ہے اس سے مراد وہ یعنی اللہ ہی ہے۔

جس کی شان ہر چیز سے ہویدا ہے

آسمان کی بلندی میں وہ — پہاڑوں کے جلال میں وہ
درختوں کے جمال میں وہ — ماضی اور حال میں وہ
مستقبل اور مآل میں وہ — انسانوں کی زبانِ قال میں وہ
ذروں کی زبانِ حال میں وہ — دن کی روشنی میں وہ
رات کی تاریکی میں وہ — سورج کی کرنوں میں وہ
کواکب کی چمک میں وہ — پھولوں کی چٹک میں وہ
کلیوں کی مہک میں وہ — عصافیر کی چہک میں وہ
وہ سبزے کی لہک میں — وہ ابر کی دھمک میں
وہ زندگی کی ہمک میں — وہ لہروں کی لچک میں
وہ صحرا کے سناٹے میں — وہ آبادی کے ہنگامے میں
وہ ملائکہ کی تسبیحات میں — وہ مجاہدین کی تکبیرات میں
وہ داؤد علیہ السلام کے نغموں میں — وہ موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں میں
وہ کتاب مقدس کی اناجیل میں — وہ قرآن کے پاروں میں

قرآن میں تقریباً دو ہزار نو سو چالیس مرتبہ لفظ اللہ آیا ہے، انسان نے اسے غاروں اور ویرانوں میں تلاش کیا مگر غیب سے آواز آئی وفی انفسکم أفلا تبصرون ادھر ادھر بھٹکنے والو ذرا اپنی ذات میں تو جھانک کر دیکھو تمہاری گویائی میں وہ تمہاری شنوائی میں وہ بینائی میں وہ تمہاری سانسوں کے زیر و بم میں وہ تمہاری رگ جان میں وہ۔

میرے جسم اور جان کے مالک! میں تجھ پر ہزار بار قربان! تونے اپنے نبی کی زبان سے یہ کیا کہلوا دیا۔

لا یسعنی ارضی ولا سمائي ولكن يسعني قلب عبدي المؤمن (ساقی)

میں اتنا بلند اور اتنا عظیم ہوں کہ زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں، اسی لئے تو مجذوب صاحب رحمہ اللہ نے کہا تھا۔ ---(بقیہ صفحہ ۴۸ پر)

افاداتِ اکابر

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کا ایک قیمتی پیغام

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے نام!

ترتیب وپیشکش: حضرت مولانا مفتی محمد ارشد صاحب مدظلہٗ*

(اہل علم، دینی خدام اور طلبہ عزیز اسے بغور پڑھیں اور اس سے سبق حاصل کریں!)

پیارے تقی! کیا کیا لکھواؤں، ہمارے اکابر جنہوں نے دار العلوم ومظاہر علوم کی بنیاد رکھی تھی، ان کا اخلاص اور مکارمِ اخلاق اور محاسن افعالی اور شریعت وطریقت کی جامعیت عجیب چیزیں تھیں، یہ حضرات ہر علم سے واقف معقولات اور منقولات کے سمندروں کے شناور اور ساتھ ہی بے نفسی، تواضع اور فنائیت کے مجسمے تھے، سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے نزدیک کچھ بھی نہ تھے۔ اہل سنت وجماعت کے مسلک سے یکسر ہٹنا ان کو گوارا نہ تھا، فقہ حنفی کے مضبوطی سے مقلد تھے، اور عدم تقلید کو گمراہی کا پیش خیمہ سمجھتے تھے، تمام ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا پورا پورا احترام کرتے تھے، اور ان کے دل وزبان ہمیشہ ذکر اللہ سے معمور رہتے تھے، ایک وہ زمانہ تھا کہ دونوں مدرسوں میں دربان سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب نسبت ہوتا تھا، آج میں اپنی آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں کہ وامتیازی شؤون مٹ رہی ہیں جو اپنے اکابر کا طرۂ امتیاز تھیں، اکابر ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے ہیں اور اصاغر ان کی جگہ لے رہے ہیں، لیکن علوم داعمال اور اذکار میں ان کے قائم مقام نہیں بن پا رہے ہیں۔ صرف رسمیہ الفاظ اور شاعرانہ قسم کے مضامین کی بہتات رہ گئی ہے، جن چیزوں کی ضروری ہے وہ کتنا کرنا ختم ہو رہی ہیں، کسی کی وفات پر ماہناموں کے نمبر کا نا یہ بھی ایک فیشن سا ہو گیا ہے، نمبر نکال دینے سے مرنے والے کا حق ادا نہیں ہو جاتا۔ جانے والے نے جو شریعت اور طریقت کی خدمت انجام دی ہے اس کو آگے بڑھانا اور اس مزاج کے آدمی پیدا کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔

تم دونوں بھائیوں سے اور اپنے اکابر کی ہر اولاد سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے کو سدھاریں اور سنواریں اور کابر دیوبند کے اخلاص، تقویٰ، انابت الی اللہ، خوف وخشیت، ذکر وفکر، علوم واعمالِ ظاہری وباطنی، اصلاح کے طور طریق جو ان کی تالیفات اور ملفوظات میں محفوظ ہیں ان کو اختیار کریں اور ان کے مطابق آدمی

* مہتمم مدرسہ جامعۃ الابرار جھیڑی، مظفر نگر، یوپی

ڈھالنے کی فکر کریں، ان حضرات کی صحیح یادگار رہی ہے، میں تو یہ دیکھ کر سن کر حیران رہ جاتا ہوں کہ ہمارے یہ اکابر کی اولاد اسکولوں اور کالجوں کی زینت ہے اور بیاہ شادیوں میں دین کو دیکھنے کی بجائے انگریزی پڑھا لکھا ہونا دیکھا جاتا ہے، جن بزرگوں کی زندگی عداوت فرنگ میں گزر گئی آج ان کی اولاد فرنگیوں کے طور طریق اختیار کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے، فالی اللّٰہ المشتکی .فقط والسلام (از: مدینہ منورہ، ۹؍شعبان ۱۳۹۸ھ)

(بقیہ صفحہ ۸ سے)

فیملی پلاننگ کا حکم

آج کل جو فیملی پلاننگ کی باتیں کہی جاتی ہیں اس کے پیچھے بھی یہی نظریہ موجود ہے کہ بچے زیادہ ہوں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ اس لئے از روئے شرع اس سوچ کے ساتھ فیملی پلاننگ قطعاً ناجائز ہے۔

پڑوسن سے زنا کرنا

قال ثم ای: سوال کیا پھر کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ بیوی کو حلیلہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ شوہر کے لئے حلال ہوتی ہے۔ زنا کر خود کبیرہ گناہ ہے مگر پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا اکبر الکبائر ہے، کیوں کہ اس میں دو خرابیاں ہیں: (۱) زنا، (۲) حق جار میں خیانت، پڑوسی تمہیں اپنے جان و مال کا امین سمجھ کر تمہارے اوپر بھروسہ رکھے ہوئے ہے، اور تم نے یہ حرکت کر کے اس کی امیدوں کا خون کر دیا۔

فانزل اللہ تصدیقھا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق نازل فرمائی ۔اَلَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا یعنی مومنین اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس کی جان کو اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دیا اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں، یہاں تصدیق سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ مضمون کی تائید ان آیات سے بھی ہوتی ہے، البتہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ آیت کریمہ مذکورہ روایت کے بعد نازل ہوئی ہو، کیوں کہ صحابہؓ کی عادت تھی کہ اگر کوئی حدیث کسی آیت کے موافق ہوتی تو وہ حضرات حدیث کو بیان کرتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ یہ آیت اس حدیث کی تصدیق میں نازل ہوئی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے حدیث کی تائید ہو رہی ہے۔ (مستفاد از: مصفاۃ الینابیع: ۱/۳۱۹)

احکام ومسائل

EMI اور No cost EMI کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم

ازقلم: مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگر*

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بیع وشراء کی نت نئی اور مختلف شکلیں معاشرے میں رواج پا چکی ہیں، اور مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ حلت وحرمت کی حدود وقیود سے بالاتر ہوکر ان میں مبتلا ہے، اور نادانستہ طور پر بہت سارے حرام وناجائز امور کا ارتکاب کررہا ہے، انہیں مروجہ شکلوں میں سے ایک EMI اسکیم کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ ہے، آن لائن شاپنگ کے تقریباً سبھی کمپنیاں اور بہت سارے فرنچائز جیسے Bajaj وغیرہ اس سہولت کو فراہم کرتے ہیں جس میں گاہک وخریدار کو ثمن کی ادائیگی میں تقسیط وتاجیل کی سہولت فراہم ہوتی ہے تو مسلمان ہونے کے اعتبار سے ہمارا فریضہ ہے کہ اس اسکیم کی کنہ وحقیقت کو جانیں اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کا حکم معلوم کریں۔

EMI کا معنیٰ کیا ہے؟:

ای ایم آئی (EMI) اصل میں Equated monthly installments کا مخفف ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خریدار کوئی بھی سامان خریدنے کے بعد یکبارگی اس کا ثمن ادا کرنے کی بجائے قسط وار کچھ مہینوں میں تھوڑی تھوڑی رقم ادا کرے، یہ اصلاً تو فقہاء کے یہاں معروف "بیع بالتقسیط" ہی کی قسم ہے، البتہ دونوں میں قدرے فرق ہے جس کی وجہ سے دونوں کا حکم مختلف ہوجاتا ہے، ای ایم آئی کی مکمل حقیقت اور اس کے حکم کو سمجھنے سے پہلے مناسب ہے کہ ہم بیع بالتقسیط کی قدرے تفصیل اور اس کا حکم جان لیں۔

بیع بالتقسیط:

یعنی قسطوں پر کوئی چیز خریدنا، جس میں ہوتا یہ ہے کہ خریدی جانے والی چیز فوراً خریدار کے حوالے کردی جائے البتہ اس کی قیمت طے شدہ اقساط میں وصول کی جائے، یہ بیع کی ایک قسم ہے جو بلاتردد جائز ہے نیز احادیث میں اس کا ثبوت ملتا ہے، بخاری حدیث نمبر ۲۲۵۸ اور ۲۰۶۰ میں اس مضمون کی روایات موجود

ہیں، اسی بیع کی ایک اور قسم کہ شئی اگر نقد خریدی جائے تو کم قیمت پر دستیاب ہو اور ادھار لینے کی صورت میں اس کی قیمت میں اضافہ ہوجائے، مثال کے طور پر ایک چیز کی قیمت 1200 روپیہ ہو اور ادھار لینے کی صورت میں قیمت 1500 ہوجائے، بیع بالتقسیط کی اس شکل کو بھی علامہ شوکانی کے بقول جمہور علماء نے جائز قرار دیا ہے، اور مفتی اعظم حضرت تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے:

أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجّل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبتّ العاقدان بأنه بيع مؤجّل بأجل معلوم بثمن متفق عليه عند العقد

(بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ، ص ۷)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے "باب ما جاء فی النہی عن بیعتین فی بیعۃ" میں ایک روایت نقل کی ہے: حدثنا هناد حدثنا عبدة بن سليمان عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة وفي الباب عن عبد الله بن عمرو وابن عمر وابن مسعود قال أبو عيسى حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم وقد فسر بعض أهل العلم قالوا بيعتين في بيعة أن يقول أبيعك هذا الثوب بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعين فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس إذا كانت العقدة على أحد منهما (رقم الحدیث ۱۲۳۱ ط دار الغرب الاسلامی بیروت)

حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ تبصرۃً رقم طراز ہیں کہ حدیث باب میں دو معاملوں میں ایک معاملہ کرنے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کی مراد علماء کے یہاں یہ ہے کہ بائع کہے کہ میں فلاں چیز نقد دس روپیوں میں دوں گا اور ادھار بیس روپیوں میں دوں گا پھر عاقدین دو معاملوں میں سے کسی ایک کو طے کیے بغیر جدا ہوگئے ہوں تو یہ ناجائز ہے ہاں اگر دونوں نے قبل الافتراق کسی ایک معاملہ کو طے کرلیا کہ معاملہ ادھار بیس پر ہوگا یا ابھی نقد دس پر ہوگا تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ جائز ہے، فقہاء احناف میں صاحب ہدایہ، صاحب بحر، علامہ سرخسی و علامہ شامی وغیرہم نے بھی تصریح کی ہے کہ تاجیل کے عوض ثمن میں اضافہ جائز ہے؛ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ويزاد في الثمن لاجله إذا ذكر الاجل بمقابلة زيادة الثمن...... (بدائع الصنائع ۱۴۲/۵)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ بیع بالتقسیط اور ادھار کے مقابل ثمن کا اضافہ باتفاق جمہور جائز اور مباح ہے البتہ اس کے لیے کچھ شرائط کا لحاظ از حد ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط فوت ہوجائے تو معاملہ فاسد ہوجائے گا، اور وہ شرائط یہ ہیں:

" قسط کی رقم متعین ہو، مدت متعین ہو، معاملہ کی نوعیت متعین ہو کہ نقد معاملہ ہے یا اُدھار، اور عقد کے وقت مجموعی قیمت مقرر ہو، اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اس میں اضافہ (جرمانہ) وصول نہ کیا جائے، اور جلد ادائیگی کی صورت میں قیمت کی کمی عقد میں مشروط نہ ہو۔ ان شرائط کی رعایت کے ساتھ قسطوں پر خرید وفروخت کرنا جائز ہے"۔(ماخوذ از دارالافتاء بنوری ٹاؤن فتویٰ نمبر:144402100202)

EMI کی قسمیں طریقۂ کار اور اس کا شرعی حکم:

ای ایم آئی (EMI) پر خرید وفروخت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔No cast EMI (نو کاسٹ ای ایم آئی)

۲۔EMI OR NORMAL EMI (مطلق ای ایم آئی)

مطلق ای ایم آئی میں ہوتا یہ ہے کہ اگر آپ کوئی چیز نقد خریدیں تو اس کی قیمت کم ہوتی ہے لیکن جب ای ایم آئی کے ذریعہ اس چیز کو خریدا جائے تو اس چیز کے ثمن (price) میں اضافہ ہوجاتا ہے، مثلاً جب کوئی شخص ۳۳ ہزار کا فریج خریدتا ہے تو ای ایم آئی کے ذریعہ خریدنے میں اس کی قیمت تقریباً ۴۰ ہزار ہوجاتی ہے، اور اصل قیمت پر یہ سات ہزار کا اضافہ بطور سود ہوتا ہے، البتہ اس میں خریدار کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ساری رقم یکبارگی ادا کرنے کے بجائے تھوڑی تھوڑی کرکے ادا کرسکتا ہے، اور یہاں پر یہ جو زائد رقم لی جارہی ہے یہ بھی کوئی طے شدہ رقم نہیں ہوتی بلکہ انٹرسٹ پلان کے تناسب سے اس میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے، اگر ہم چار ماہ کا ای ایم آئی اسکیم لیں تو انٹرسٹ پرسنٹیج کچھ کم اگر چھ ماہ کا لیں تو کچھ زیادہ اور آٹھ، بارہ جس قدر مدت میں اضافہ ہو اسی حساب سے سود میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن بہرصورت سود ضرور شامل ہوتا ہے، چنانچہ جب ہم کسی آن لائن کمپنی مثلاً فلپ کارٹ (Flipkart) سے 33000 کی کوئی چیز نو مہینے کی مدت میں خریدتے ہیں تو اس پر 14٪ پرسنٹ انٹرسٹ ہوتا ہے اور اس کی بل پر اس طرح کی تفصیلات درج ہوتی ہیں:

Your EMI Information:

39,600 will be blocked to your card now. It will be converted into EMI in 8working days.

You will pay 4,440per month for 9months(includes interest)

Price details:

Price 1item.(39,600)

Delivery charges. Free

Interest charged by bank.(5,600)

Amount payable: 39,600rupees

ای ایم آئی کی یہ شکل مکمل سودی معاملہ ہے جو سراسر ناجائز اور حرام ہے۔

نو کاسٹ ای ایم آئی (NO COST EMI) ایک غلط فہمی کا ازالہ:

نو کاسٹ ایم آئی میں کسی بھی پروڈکٹ کو نقد اور ادھار قسط وار جیسا بھی خریدا جائے ایک ہی قیمت ادا کرنا ہوتا ہے، مثلاً کوئی موبائل نقد لیا جائے تو اس کی قیمت 15000 ہے تو نو کاسٹ ای ایم آئی کے ذریعے بھی وہ پندرہ ہزار ہی میں ملتا ہے، جس کی وجہ سے اکثر لوگ بلکہ کچھ دین دار و اہل علم بھی مغالطہ میں اس اسکیم کو اپناتے ہیں اور اس شکل کو سود سے خالی سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں بھی لامحالہ سود اور انٹرسٹ شامل ہوتا ہے، معروف ویب سائٹ the mint پر اس موضوع پر ایک انگریزی آرٹیکل میں نے دیکھا جس میں اس بات کی توضیح کی گئی ہے کہ نو کاسٹ ای ایم آئی میں کس طرح سے سود شامل ہوتا ہے، مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نو کاسٹ ای ایم آئی کے ذریعے کوئی چیز خریدی جاتی ہے تو یہ ایک ایسی اسکیم ہے کہ اس اسکیم پر فروخت کنندہ کمپنی دس پرسنٹ آف کا آفر رکھتی ہے اور نقد خریداری کی صورت میں یہ آفر دستیاب نہیں ہوتا بلکہ مکمل قیمت پندرہ ہزار ادا کرنا پڑتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی کمپنی یا آنلاین شاپنگ ایپ پر جب نو کاسٹ ای ایم آئی کے ذریعہ 15000 کے موبائل کی خریدی کی جائے تو وہ موبائل 10٪ آف کے ساتھ خریدار کو 13500 میں پڑتا ہے مگر قسط وار اس سے مکمل پندرہ ہزار لیے جاتے ہیں، 13500 بطور ثمن ڈسکاؤنٹ کے بعد اور باقی 1500 جو بینک کارڈ وغیرہ ہم استعمال کرتے ہیں تو وہ کمپنی اور ادارہ ہم سے انٹرسٹ کے طور پر لیتا ہے، خریدار یہ سمجھتا ہے کہ اس نے بغیر سود کے برابر رقم پر معاملہ کیا ہے حالانکہ seller company اور Bank کے درمیان پہلے سے یہ معاہدہ طے ہوتا ہے کہ اس اسکیم (نو کاسٹ ای ایم آئی) کے واسطہ سے خریداری پر دس پرسنٹ آف رہے گا، البتہ کارڈ ہولڈر سے ڈسکاؤنٹ کی رقم منہا کیے بغیر مکمل رقم وصول کی جائے اور اس کمپنی یا ادارے کو جس کا کارڈ استعمال کیا جا رہا ہے بطور انٹرسٹ دی جائے، چنانچہ نو کاسٹ ای ایم آئی کے ذریعہ آن لائن شاپنگ ایپ سے اگر چھ ماہ کی مدت پر پندرہ ہزار کا موبائل خریدا جائے تو بل پر اس طرح کی تفصیل ہوتی ہے:

Bill details:

Interest of 1500is given as no cost EMI discount, 15000will be blocked to your card now, it will be converted into EMI in 8 working days.

You will pay 2500per month for 6months.

Price details:

Price1 item:(15000)

Delevery charge: free

Interest charged by bank: 1500

Amount payable:15,000

اس بل ڈیٹیلس میں غور کریں کہ یہاں جو پندرہ سو ڈسکاؤنٹ دیا گیا ہے بالکل اسی کے بقدر بینک انٹرسٹ کے طور پر چارج ہورہا ہے، یعنی غیر محسوس طریقے سے اور معاملہ کو مخفی رکھ کر غبن کے ساتھ گاہک سے سود لیا جارہا ہے جو کہ کسی بھی صورت میں ناجائز ہے، کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ فلپ کارٹ ایمزون سے نو کاسٹ ای ایم آئی پر محض یہ سمجھ کر سامان خریدتے ہیں کہ یہ سود سے خالی ہے حتی کہ وہیں پر صراحتاً نوٹ لکھی ہوتی ہے کہ اس میں سود شامل ہے، درج ذیل نوٹ فلپ کارٹ نو کاسٹ ای ایم آئی آپشن سے کاپی کی گئی ہے:

Note: The bank will continue to charge interest even on No Cost EMI plans as per the existing rates. However, the interest charged by the bank will be processed as an upfront discount on your order.

نیز ای ایم آئی کی دونوں صورتوں میں بطورِ شرط یہ بات ہوتی ہے کہ کسی قسط کے ادا کرنے میں تاخیر ہوجائے تو مالی جرمانہ (penalty charge) بھی دینا پڑے گا، خلاصہ بحث یہ کہ No cost EMI scheme اولاً تو شرط فاسد (قسط کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب مالی جرمانہ لینا) اور دھوکہ دہی (ڈسکاؤنٹ کے بعد معاف ہونے والی رقم کو گاہک کو بتائے بغیر انٹرسٹ کے طور پر وصول کرنا) کے سبب ناجائز ہے۔

EMI کا متبادل کیا ہے؟:

اگر آپ یکبارگی مکمل پیمنٹ کر کے سامان خریدنے کے متحمل نہ ہوں تو جب بھی اس طرح کا معاملہ کریں تو اولاً تحقیق کرلیں کہ کوئی بھی بینک ہو یا بجاج فینانس جیسی کوئی کمپنی جو ہم کو یہ اسکیم فراہم کررہی ہے اس میں سود شامل کررہی ہے یا نہیں؟، جب ہم کو تیقن ہوجائے کہ یہ بالکل سود سے خالی اسکیم ہے تب تو اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ عام طور پر سبھی فینانشیل ادارے بغیر انٹرسٹ کے کوئی بھی اسکیم آفر نہیں کرتے، کیوں کہ ان کی منفعت کا مدار ہی انٹریسٹ پر ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بینک کارڈ یا کسی بھی کارڈ سے ای ایم آئی کا معاملہ کرنے کے بجائے کسی شوروم سے قسطوں پر سامان خرید لیں، اور شوروم والے کو اطمینان دلائیں کہ ہر ماہ بر وقت پابندی سے قسط کی رقم ادا کریں گے، یہ شکل کسی فینانشیل ادارے کے بغیر direct deal with dealers ہے، اس طرح کے معاملات میں اگر نقد رقم پر کچھ زیادہ رقم ادا کرنا پڑتا ہو اور وہ زائد رقم بوقت عقد ہی طے ہو جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس معاملہ میں ہم کو اگرچہ دنیاوی اعتبار سے زائد رقم کا بوجھ اٹھانا پڑے مگر سودی بیع کے گناہ اور اخروی بوجھ سے ہم محفوظ رہ سکیں گے۔

اللّٰھمَّ اکفنا بِحلالِكَ عن حرامِكَ، وأغنِنا بِفَضلِكَ عَمن سواكَ آمین

(بقیہ صفحہ: ۴۰ سے)

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

ہر کہ بینم در جہاں غیرے تو نیست
یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

ایک اور بہت پیارا شعر ہے

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تیری پہچان یہی ہے

(ماخوذ از لطائف قرآن)

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی ندیم الدین قاسمی*

اللہ کو GOD کہنا

سوال: کیا اللہ کو GOD کہہ کر پکار سکتے ہیں؟

جواب: اللہ کو GOD کہہ کر پکار سکتے ہیں؛ کیوں کہ اللہ کے بہت سے نام ہیں، اور انگریزی زبان میں اللہ کو GOD کہا جاتا ہے۔ (محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۵۵)

مروجہ قرآن خوانی کا حکم

سوال: کیا قرآن خوانی کرنا جائز ہے؟

جواب: مروجہ قرآن خوانی محض ایک رسم بن چکی ہے، اس میں تلاوت قرآن پر اجرت لینا اور دینا؛ خواہ اجرت طے کی جائے یا مشہور ومعروف ہونے کی وجہ سے دل میں مخفی رکھی جائے، مکروہ تحریمی ہے۔

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۹۰)

بہت ساری اذانوں کا جواب

سوال: بہت ساری اذانیں ایک ساتھ ہوں تو کس کا جواب دینا چاہئے؟

جواب: اگر کوئی شخص کئی مسجدوں کی اذانیں ایک ساتھ سنے؛ اگر اذانیں یکے بعد دیگرے ہوں، تو صرف پہلی اذان کا جواب دینا مستحب ہے؛ خواہ کسی بھی مسجد کی ہو، لیکن اگر اذانیں ایک ساتھ ہوں تو صرف اپنے مسجد کی اذان کا جواب دے۔ (محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۱۳۱)

ٹی وی پروگرام پر آیتِ سجدہ سننا

سوال: ٹی وی پروگرام پر آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر ٹی وی پر پروگرام براہ راست (Telecast) نشر کیا جائے تو اس کے ذریعہ آیت سجدہ سننے

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔اور اگر پہلے ویڈیو ریکارڈ کیا جائے پھر نشر کیا جائے تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

(محقق ومدلل جدید مسائل:۱/ ۱۳۵)

بلیچنگ کرانا

سوال: کیا کوئی شخص بال کٹوانے کی دوکان پر بلیچنگ کراسکتا ہے؟ یعنی کریم وغیرہ سے اِنسان کا اصلی کلر کچھ دیر کے لئے چھپ جاتا ہے، پھر بعد میں اُس کا اثر ختم ہوجاتا ہے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کے تکلفات اور زیب وزینت شریعت میں ممنوع ہیں؛ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روزانہ تیل کنگھی کا اہتمام کرنے سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ہر وقت تیل کنگی میں لگا رہے، اور شیشے کے سامنے کھڑا رہے، یہ کوئی اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے۔اب رہ گیا اصل مسئلہ: تو یہ کریم وغیرہ اگر ایسی ہے کہ اُس کی تہہ کھال پر جم جاتی ہے اور پانی لگانے سے وہ چھوٹ جاتی ہے اور کھال تک پانی پہنچ جاتا ہے، تو پھر غسل اور وضو درست ہوجائے گا، بہرحال ایسے تکلفات سے بالخصوص مردوں کو بچنا چاہیئے۔(ارشاد السائلین:۲/ ۵۱۸،۵۱۹)

عورت کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا

سوال: کیا عورت جوڑا باندھ کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

جواب: عورتوں کے جوڑا باندھنے کی دو شکلیں ہیں: (۱) ایک تو یہ کہ بے حیا اور فیشن ایبل عورتوں کے طریقے پر بیچ سر پر جوڑا باندھا جائے، تو اِس طرح باندھنا سخت مکروہ اور ناجائز ہے، ایسی عورتوں کے بارے میں حدیث وعید وارد ہوئی ہے کہ ''وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکیں گی''۔اس لئے اس طرح جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔(۲) اور اگر فیشن اور تشبہ سے بچتے ہوئے محض بال سمیٹنے کے لئے گدی پر جوڑا باندھا جائے؛ جیسا کہ کام کاج والی عورتیں باندھ لیتی ہیں تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور اِس حالت میں نماز پڑھنے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔(احسن الفتاویٰ:۸/ ۸۴)

آرٹی فیشل انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا

سوال: آرٹی فیشیل انگوٹھی پہن کر عورت کی نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز تو بہرحال درست ہوجاتی ہے؛ لیکن ایسی انگوٹھی جس میں سونا چاندی کی پالش نہ ہو، اُس کو پہننا عورت کے لئے مکروہ ہے، اس کراہت پر اُس سے مواخذہ ہوگا؛ لیکن بہرحال اُس کی نماز ہوجائے گی۔

(مستفاد: کتاب النوازل:۱۵/ ۴۵۰)